

پیشوئی قدس سرہ

یادِ اعلیٰ حضرت

تالیف: محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی

مکتبہ قادریہ

جامعہ مفتاحین رضویہ کراچی رضوی لاہور

۶۲۸۱

(بریلوی قدس سرہ)

یادِ اعلیٰ حضرت

محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی

مع رسالہ مبارکہ

فَضْلُ الْعِلْمِ وَالْعُلَمَاءِ

از افادات امام المتکلمین رئیس المحدثین مولانا نقی علی خاں والدہ یاحید
اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہما

مکتبہ قادریہ
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون کوٹاری روارڈ لاہور

۱۵۵/۵۰

منقبت

بعضو اعظم حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

نتیجہ منکر

حصانہ پاکستان جناب محمد اعظم صاحب چشتی مدظلہ

پرتو نور ازل ہے جوئے تابانِ رضا!

سایہ جنت ہے زلفِ عنبر افشانِ رضا

روکشِ مشکِ عقیق ہے جوئے بتانِ رضا

رُشکِ طوبے ہے براکِ نخلِ گستانِ رضا

علم و حکمت کو کیا جس نے شناسائے جنوں

ہے وہ فیضانِ رضا و اللہ فیضانِ رضا

راہِ پائے ہیں یہیں سے رہِ روانِ کوئے دست

جہاں کے ملحق ہے حرم سے کوئے الیوانِ رضا

دشت بھی سیراب کر ڈالے ترے فیضانِ رضا

میرے دل پر بھی برس لے ابر بلبلِ رضا

میں اٹھوں گا حشر میں بھی ان کے مداحوں کے رضا

اے کے بھی ہاتھوں سے چھوٹے گا نہ دامانِ رضا

اک جہاں ہے انکے الطافِ کرم سے تسلیف

ایک اہلِ علم ہی نہیں مومنِ احسانِ رضا!



12/10/1971
12/10/1971
12/10/1971



ع ۲۸۱۹

12/8/5

کتاب _____ یاد اعلیٰ حضرت
تصنیف _____ محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی
ناشر _____ حافظ نثار احمد
مطبع _____
سن اشاعت _____ ۱۳۱۳ھ / ۱۹۹۳ء
_____ روپے

ملنے کا پتہ :

مکتبہ قادریہ جامعہ مظاہر رضویہ، لوہاری گیٹ لاہور ۱۸۱

R 6157

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امام اہلسنت نائب غوث الوری تم ہو

انحضرت مبلغ اسلام مولانا عبد العلیم صدیقی قادری رضوی میٹھا

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو

قیم جہاں عرفاں اے شبہ احمد رضا تم ہو

غزلین بحسب الفت مست جہاں بادۂ وحدت

محبت خاص منظور حبیب کبریا تم ہو

جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا

ہو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیا تم ہو

یہاں اگر میں نہریں شریعت اور طریقت کی

ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہبنا تم ہو

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قسب و کعبہ

جو قسب اہل قسب کا ہے وہ قسب نہا تم ہو

مزیں جس سے ہے تاج فضیلت تاج والوں کا

وہ لعل پریار تم ہو وہ درجے بہا تم ہو

عرب میں جا کے ان انگھوٹوں دیکھا جسکی مولت کو

علم کے واسطے لاریب وہ قسب نہا تم ہو

ہیں سیدہ صفت گردش کنان اہل طریقت یاں

وہ قطب وقت اے سرخیل جمع اولیا تم ہو

عیاں ہے شان مست یقی تمہاری شان تقویٰ سے

کہوں کیونکر نہ انقی، جبکہ خیر الاتقیاء تم ہو

جلال و ہیبت فاروق اعظم آپ سے ظاہر

عدوانہ پر اک حربہ تیغ حسد اتم ہو

اشدائے علی الکفار کے ہو سرسبز مظهر

مخالف جس سے تھرائیں وہی شیر و غلام ہو

تہیں نے جمع فرمائے نکات درمیز قرآنی!

یہ درش پانے والے حضرت عثمان کا تم ہو

خلوص مرتضیٰ خلق حسن عزم حسینی میں

مدیر امثل یکتائے زمن اے با خدا تم ہو

تہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکاف عالم میں

امام اہلسنت نائب غوث الوری تم ہو

بھکاری تیسے در کا بھیک کی جھولی پھیلانے

بھکاری کی جھول جھولی، گدا کا اسرار تم ہو

وفا و مالہم حق ہر اک سائل کا حق پھیرا

نہیں پھرتا کوئی محروم، ایسے با سخا تم ہو

علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانے کا!

کرم فرمانے والے حال پر اٹکے شہا تم ہو

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حَائِدًا وَمُضِلًّا

یہ طے شدہ بات ہے کہ قوموں کا ارتقاء اور استحکام سلف کے کارناموں سے تقویت حاصل کر کے ان کے نقش قدم پر چل کر ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ ملت کے لوہا ہال، اسلام کے جلیل القاد فرزندوں کی سیرت سے آشنا ہو کر ہی نیا ولولہ، عزم و ہمت اور کامیابی کا راستہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اکابر کی سیرت کے نقوش جس قدر دل کی گہرائیوں میں اترتے جائیں گے۔ اسی قدر کامرانی کی منزلیں آسان ہوتی چلی جائیں گی، اور عظیم شخصیتوں کے کارناموں کا تصور جس قدر دھندلا جائیگا۔ اتنا ہی مقصد کا حصول مشکل ہوتا جائے گا۔ افسوس! کہ اہل سنت و جماعت نے اس طرف پوری توجہ نہ دی۔ بڑے بڑے فضلاء گزر گئے۔ لیکن توجہ نئی پودان کے عظیم کارناموں سے بالکل بے خبر ہے۔ بیگانوں سے یہ توفیق کسی طرح بھی درست نہیں ہو سکتی کہ وہ ان جلیل القاد دستوں کی علمی اور دینی خدمات کو منظر عام پر لائیں گے یا ان کے بارے میں کلمہ خیر نوک قلم پر آنے دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا بے پایاں احسان ہے کہ جمعیت علمائے سرحد پاکستان اس سلسلے میں معروف عمل ہے۔ خدا کرے کہ ہماری ناچیز کوششیں پایہ تکمیل تک پہنچیں، اور شرف قبولیت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ جمعیت کے تمام اراکین اور معاونین کو جتنائے خیر دے۔ جو اس کا ذخیرہ میں بخوشی بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ یہ دراصل انہی حضرات کے خلوص کا نتیجہ ہے۔ کہ بفضلہ تعالیٰ جمعیت کا مسیحا کی راہ پر گامزن ہے۔

اس دفعہ ہم آپ کے سامنے تحقیق و تدقیق کے بادشاہ، شریعت و طریقت آگاہ۔ امام اہل سنت اس صدی کے مجدد مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز کے مختصر حالات آپ کے پچاسویں برس کے موقع پر پیش کرنے کی

سعادوت حاصل کر رہے ہیں۔ خدا کرے کہ ہمیں اہلسنت و جماعت کے علماء و
فضلاء اور مشائخ کے حالات کو منظر عام پر لانے کی توفیق نصیب ہو۔ السعی منا
والانتہام من اللہ تعالیٰ جل مجدہ

خودنو: یاد اعلیٰ حضرت کے ساتھ رئیس المتکلمین مولانا مفتی علی خان والد ماجد
اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا رس المہارک "فضل العلم والعلماء"
بھی شامل ہے۔

محمد عبد الحکیم شرف لاہوری

پاسبان سنت خیر الانام

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خاں قدس سرہ کی شان میں
(تبیخ فکر: مولانا محمد بخش ثناء مسلم بی اے، لاہور)

مرحبا احمد رضا دوم ما!	اہل سنت را امام با صفا
گم رفتاش در رضاے مصطفیٰ	زائلب شد نام او احمد رضا
نزد پیش تبلیغ محمد کبریا!	مشرش تلقین نعت مصطفیٰ
مشتقی، موافی، دل لازیب فیہ	مفتی دین میں یکیتا فقیہ
حب محبوب خدا اسلام او	دین او ایمان او سپینام او
ترجمان علم و دین رسول	جاں فداے عظمت شان رسول
پاسبان سنت خیر الانام	شاہکارش حفظہ ایمان بکرام
قدرت اور ابہر عبدیہ اکرمیہ	او مجدد بود در عہد مجددیہ!

دین زندہ شد ز تعلیمات او!
علم تابندہ ز تفسیلات او!

پرفتن ماحول

تقریباً ہر دور میں ایسے لوگ بکثرت پائے گئے ہیں جنہوں نے حق کی مخالفت کی اور
باطل کی پشت پناہی کی، لیکن ان کا طریق کار مختلف رہا ہے۔ کسی نے کھل کر ہلال کا پرچار
کیا، اور حق کی مخالفت کی۔ تو کسی نے اہل اقتدار کا دامن تمام کر اپنی سازشوں کو عمل میں
پہنچانے کی کوشش کی۔ ایسے لوگ بھی کچھ کم نہیں ہوئے جنہوں نے اہل حق کا لب لہو اور
کراچی اسکیم کو پارتیکل تک پہنچانے کی جدوجہد کی۔ غرض یہ سلسلہ بہت دیر سے شروع ہے۔
ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

فروغ مصطفوی سے شہر اربو لہبی

لیکن مردان حق کی کوششوں نے ہمیشہ ایسے لوگوں کے عوام کے تار و پود کو کبیر کر
رکھ دیا۔ ان کی چٹوس مساعی جیلہ نے فریب کاروں کے گناہوں نے عوام کا پردہ چاک کر
کے بروقت سیدھے رادے مسلمانوں کا تعلق دینی تاجدار احمد رضا بنی کریم رؤف و رحیم علی
اللہ علیہ وسلم سے مضبوط اور مستحکم کر دیا۔ یہ حضرات داد و تحسین یا طعن و تشنیع سے قطعاً ماورا ہو کر
عوام و خواص کو دین حق دین اسلام کی تعلیمات کی یاد دہانی کراتے رہے۔

اہل اسلام کے اپنی منہم محفلوں اور راہنماؤں میں امام اہلسنت موجودہ صدی کے مجدد
اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ہمارے اس
دعویٰ کی تائید مایہ ناز محدث استاذ الحدیث مولانا وحی احمد محدث سورتی رحمہ اللہ
تعالیٰ کے ارشاد سے بخوبی ہوجاتی ہے۔

ایک دفعہ آپ کے شاگرد و رشید مولانا سید محمد صاحب محدث کچھوچھو رحہ اللہ تعالیٰ
نے عرض کی کہ حضرت باکپ تو مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید ہیں
شہ سوانح المعززت ۱۳۵۰ھ از مولانا بدر الدین احمد تاروی حیات المعززت ۱۳۵۰ھ از مولانا ظفر الدین بہاری

لیکن آپ کو حقین محبت و عقیدت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے ہے اور کسی سے نہیں۔
 اعلیٰ حضرت کی یاد، ان کے علم و فضل کا خطبہ آپ کی زندگی کے لئے روح کا مقام رکھتا ہے اس
 کی کیا وجہ ہے حضرت محدث سورتی نے فرمایا کہ سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں جو
 میں نے مولوی الحق صاحب عثمی بخاری سے پائی۔ سب سے بڑی نعمت وہ جمعیت نہیں ہے
 جو مجھے حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی سے حاصل ہوئی۔ بلکہ سب سے بڑی دولت اور
 سب سے بڑی نعمت وہ ایمان ہے جس کو میں نے اعلیٰ حضرت سے پایا۔ میرے سینے میں
 پوری عظمت کے ساتھ تدبیر کے سامنے والے اعلیٰ حضرت ہی ہیں۔ اس لئے ان کے ذکر سے
 سے میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔ میں ان کے ایک ایک کلمے کو اپنے لئے مشعل
 ہدایت جانتا ہوں۔

اعلیٰ حضرت قدس کی ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت بریلی شریف محلہ حبولی (جہاں پہلے آپ کا آبائی مکان تھا)
 میں مارشلال الحکم ۱۲۳۵ مطابق ۳۴ رجون ۱۲۳۵ ہجری بمقتے کے دن ظہر کے وقت ہوئی۔ آپ
 کا تاریخ نام المختار ہے۔ حضور نے اپنا سن ولادت حسب ذیل ایک کرمیہ سے نکالا :

۱۲ ۵ ۷۲

اولئک کتب فی قلوبہم الرایان وایدہم بدوح منہ

”یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش فرمایا، اور اپنی
 طرف سے روح امتدہ جس کے ذریعے ان کی مدد فرمائی“

حسن اتفاق کہ اس وقت سورج منزل فقر میں تھا جو اہل نجوم کے نزدیک بہت ہی مبارک
 ساعت ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

دنیا، مزار جہاں میں غفر میں

بر منزل اپنے او کی منزل غفر کی ہے

اعلیٰ حضرت ہی سرافرماتے ہیں۔ مجد اللہ تعالیٰ اگر میرے قلب دل کے دو ٹکڑے کئے

جائیں، تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا، لکھا لا الہ الا اللہ۔ اور دوسرے پر لکھا ہوگا محمد رسول اللہ۔
 جل جلالہ وصلى الله تعالى عليه وسلم، اور مجد اللہ تعالیٰ ہر مذہب پر ہمیشہ فتح و ظفر
 حاصل ہوئی۔ رب العزۃ جل جلالہ نے روح القدس سے تائید فرمائی۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے آباؤ اجداد قدس بار کے باطلت قبیلہ بڑھچ کے پٹھان تھے
 وہ شاہان غلبہ کے دور میں لاہور آئے اور معزز عہدوں پر فائز رہے۔ لاہور کا شیش محل
 انہی کی جاگیر تھا۔ پھر وہاں سے دہلی آئے۔ اور معزز عہدوں پر فائز رہے۔ چنانچہ حضرت محمد سعید
 صاحب شش ہزاری عہدہ پر فائز تھے اور شجاعت جنگ آپ کا خطاب تھا۔ انکے صاحبزادے
 سعادت یار خاں صاحب کو حکومت کی طرف سے ایک مہم سر کرنے کے لئے بریلی روانہ کیا
 گیا۔ فتیابی پان کو بریلی کا صوبہ بنانے کے لئے شاہی فرمان آیا، لیکن وہ ایسے وقت آیا،
 جب آپ بستر مرگ پر تھے۔

اعلیٰ حضرت کا شجرہ نسب کچھ اس طرح ہے۔ عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں ابن حضرت مولانا
 محمد تقی علی خاں ابن حضرت مولانا رضا علی خاں۔ ابن حضرت مولانا علی خاں، ابن حضرت مولانا
 شاہ محمد اعظم خاں ابن حضرت محمد سعادت یار خاں ابن حضرت سعید اللہ خاں رحمہم اللہ تعالیٰ

اعلیٰ حضرت کے جد امجد مولانا رضا علی خاں صاحب قدس سرہا

قدوة الصلین زبدۃ الکاملین قطب الوقت حضرت مولانا شاہ رضا علی خاں رحمہ اللہ
 تعالیٰ کا مختصر تذکرہ مولانا محمد انور علی خاں صاحب نے تذکرہ علمائے ہند فارسی ص ۱۱۰ میں
 اس طرح بیان کیا ہے : (فارسی عبارت کا ترجمہ یہ ہے)

”مولانا رضا علی خاں صاحب بریلوی بن محمد کاظم علی خاں بن محمد اعظم خاں ابن
 محمد سعادت یار خاں بہادر۔ بریلی ملک روہیل کھنڈ کے بزرگ ترین علمائے
 کرام اور قوم افغان بڑھچ سے تھے۔ ان کے آباؤ اجداد سلاطین دہلی
 کے دربار میں بڑے بڑے عالی مرتبہ منصب شش ہزاری پر فائز تھے مولانا
 رضا علی خاں صاحب ۱۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے، اور شہر گونک میں مولوی

خلیل الرحمن صاحب مرحوم سے علومِ دینیہ حاصل کر کے ۲۳ سال کی عمر میں ۱۳۴۷ھ کو سندِ فروع حاصل کر کے مشائخِ الہیہ امثال و اقربان و مشہور اطراف و زمان ہوئے۔ خصوصاً علمِ فقہ و تصوف میں کامل مہارت حاصل فرمائی۔ بہت پر اثر تقریر فرماتے تھے۔ آپ کے اوصافِ شمار سے باہر ہیں۔ خصوصاً کلام کی لطافت، اسلام کی سبقت، زہد و قناعت، علم و تواضع، تجرید و تقریر کو آپ کی خصوصیات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۸۴ھ میں اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی۔ (رضی اللہ عنہ)

مولانا رضا علی خاں قدس سرہ کی چند ایک کرامات :

ایک دفعہ آپ کا گزر محلہ ستیہ رام کی طرف ہوا۔ ہندوؤں کے تہوار بولی کا موقع تھا ایک ہندو بازاری عورت نے اپنے بالاخانے سے آپ پر رنگ پھینک دیا۔ یہ دیکھتے ہی ایک جوشیے مسلمان نے بالاخانے پر جا کر اسے سزا دینے کا ارادہ کیا۔ مگر آپ نے اسے روک دیا، اور فرمایا: بھائی اس پر کیوں سختی کرتے ہو۔ اس نے مجھ پر رنگ پھینکا ہے خدا اسے رنگ دے گا۔ یہ فرمانا تھا کہ وہ بازاری عورت بے تابانہ اگر قدموں میں گر پڑی اور معافی مانگنے لگی، اسی وقت مشرف باسلام ہو گئی۔ حضرت نے اسی نوجوان کے ساتھ اس کا عقد کر دیا۔

فتہ ۱۳۸۷ھ کے بعد جب انگریزوں کا تسلط ہوا تو انہوں نے مسلمانوں پر وہ ستم ڈھائے کہ خدا کی پناہ۔ لوگ خوف و ہراس کی وجہ سے ہجیر پریشان تھے۔ بیشتر لوگ اپنے مکانات چھوڑ کر ادھر ادھر چلے گئے۔ لیکن حضرت مولانا رضا علی خاں قدس سرہ اپنے مکان پر تشریف فرما رہے اور باقاعدہ پنج وقت نماز مسجد میں جماعت سے ادا فرماتے، ایک دفعہ حضرت مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ادھر سے انگریز فوجیوں کا گزر ہوا۔ اس خیال سے کہ مسجد میں کوئی ہوگا، تو اسے کڑھ کر زور و کوب کیا جائے۔ مسجد میں گھوم پھر کر دیکھا مگر کوئی بھی دکھائی نہ دیا۔ کہنے لگے یہاں تو کوئی بھی نہیں۔ حالانکہ حضرت مسجد ہی میں تشریف فرما تھے

اللہ تعالیٰ نے اپنے قدرتِ کاملہ سے انہیں اندھا کر دیا، کہ وہ حضرت کو دیکھ نہ سکے۔ خطبہ علمی جو اکثر شہروں اور دیہاتوں میں پڑھا جاتا ہے۔ حضرت مولانا رضا علی خاں قدس سرہ کے شاگرد و مرید حضرت علامہ مولانا محمد حسن صاحب علی کا لکھا ہوا ہے۔ یہ خطبہ حضرت کی نظرِ انور سے گزرا ہوا ہے۔ اس خطبے کے آخر میں حضرت معتمد کی طرف سے یہ عبارت درج ہے :

"اس مؤلف حامی محمد حسن علی کو امیدواری جناب باری عزوجل سے یہ ہے کہ اپنے فضلِ عظیم اور طفیلِ رسولِ کریم ملقب بہ انکشافِ علی خلقِ عظیم کے ہم سب مومنین کو بغیرِ جہاد و معصیان اور فیضانِ توفیق و احسان کے عزت بخشے اور ہمارے مرشد و مولیٰ عالمِ علم ربانی مقبول بارگاہِ یزدانی محزون اسرارِ معقول و منقول کا شرفِ استاذ فروع و اصول مطلع العلوم جمیع المفہوم عالم باطل فاضل بے بدل منبع الاخلاق منہل الاشفاق مصدر احسان مظہر ائمان مولانا و محدومنا لودعی زمان مولوی رفیع علی خاں کو بیچ دونوں جہان کے رحمتِ خاصہ میں اپنی رکھ کر افضلی مراتب قبولیت کو پہنچائے۔ آمین یا رب العالمین

اعلیٰ حضرت کے والد ماجد امام المتکلمین مولانا نقی علی خاں قدس سرہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے والد ماجد کے رسالہ مبارکہ "جواب ہر لبیان فی اسرار الامکان" مطبوعہ مطبع حسنی محلہ سوداگراں کے آخر میں والد ماجد کے حالاتِ قلم بند فرمائے ہیں۔ ہم انہیں الفاظِ مبارکہ کو تکراراً نقل کرتے ہیں :

"وہ جناب فضائلِ اکب تاجِ ہمسلا راسِ افضل دارِ رحمتِ حامی بدست بقیۃ السلف حجۃ الخلف رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه فی اعلیٰ عرفانِ الجہان وادبِ سخ جہادِ الاخریٰ یا غزہ رجب بارہ سوچیا میں (۱۳۴۷ھ) کو رونقِ افزا دہر دنیا ہوئے۔ اپنے والد ماجد مولانا نے اعظم حیر غلط فضاں گناہ۔ عارف باللہ صاحب کمالاںتہ یاہرہ و کرامات ظاہرہ حضرت مولانا مولوی رضا علی خاں

صاحب روح اللہ روح و نور فریحہ سے الکتاب علوم فرمایا۔ بحمد اللہ منصب شریف علم کا پایہ۔ ذرۃ علیا (انتہائی بلندی) کو پہنچا

راست ہی گویم ویزواں نہ پسند و جزا راست

(پچ کہنا ہوں اور اللہ تعالیٰ سچ ہی کو پسند فرماتا ہے۔)

جو وقت انتظار وحدت افکار، فہم صائب و رائے ثاقب حضرت حق جل و علا نے انہیں عطا فرمائی۔ ان دیار و انصار میں اسکی نظیر نظر نہ آئی۔ قرآن صادق کی یہ حالت تھی، کہ جس معاملہ میں جو کچھ فرمایا۔ وہی ظہور میں آیا۔ عقل معاش و معاد و دنیا و آخرت و دونوں کی سمجھ، کا بروہ کمال اجتماع بہت کم ملتا۔ یہاں انکھوں دیکھا۔ علاوہ بریں سخاوت و شجاعت، علم و محبت، کرم و مروت، صدقات خفیہ، مہرات جلیبہ، بلندی اقبال و دبذہ و جلال، موانع فقر و امر دینی میں مدہم مساوات با اختیار، احکام سے عزت، رزق مورت پر تمامت و غیر ذالک فضائل جلیبہ و خصائل جمیدہ کا حال وہی جانتا ہے۔ جس نے اس جناب کی برکت محبت سے شرف پایا۔ ع

ایں نہ بجز نسبت کہ در کوزہ تختہ بر آید
(یہ وہ دریا نہیں جو کوزے میں سما سکے۔)

مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ اس ذات گرامی کو خالق عز و جل نے حضرت سلطان رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتخیر کی غلامی و خدمت اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعداء پر غفلت و شدت کے لئے بنایا تھا۔ بحمد اللہ ان کے بازوئے بہت و طنطنہ مصلحت نے اس شہر کو فتنہ مخالفین سے یکسر پاک کر دیا، کوئی اتنا نہ رہا کہ سر اٹھائے یا آنکھ ملائے۔ یہاں تک کہ شعبان ۱۲۹۲ھ کو مناظرہ دینی کا عام اعلان مسیحی بنام آریخی اصلاح ذات بین (یا بھی امور کی اصلاح) طبع کر آیا، اور سوائے ہر سکوت یا حار فرار و غوغائے جہاں و مجر و اضطراب کے کچھ جواب

نہ پایا۔

فتنہ شش مثل (یعنی بقیہ چھ زمینوں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چھ مثالوں کے ہونے کا قول) کا شعلہ کہ کب سے سر فلک کشیدہ تھا اور تمام اقطار ہند میں اہل علم اسکے اظفار پر برق ریز و گریہ تھے، اس جناب کی ادنیٰ توجہ سے بحمد اللہ سارے ہندوستان سے ایسا فرو ہوا، کہ جب سے کان ٹھنڈے ہیں۔ اہل فتنہ کا بازار سرد ہے۔ خود ان کے نام سے جلتے ہیں۔ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت روز ازل سے اُس جناب کے لئے ولیعت تھی۔ جسکی قدرے تفصیل تمبیہ المجال بالہام الباطل المتعال میں مطبوع ہوئی۔ ذالک ففضل اللہ یوتیہ من یشاہ

تصانیف شریفہ اس جناب کی سب علوم دین میں نافع مسلمین، دافع مضدین و محمد اللہ رب العالمین۔ از انجملہ

(۱) الکلام الاوضح فی تفسیر شرح الم نشرح کہ جملہ کیرے۔ علوم کثیرہ پر مشتمل ہے۔ (سورۃ الحدیث شرح کی تفسیر)

(۲) وسیلۃ النجات جس کا موضوع ذکر حالات سید کائنات ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جملہ وسیط

(۳) سرور استلوب فی ذکر المحبوب کہ مطیع نوکشور سے چھپی۔ (وسیلۃ نجات کا خلاصہ ہے)

(۴) اوریہ کتاب مستطاب لہ جواہر البیان فی اسرار الارکان (نماز، روزہ و غیرہ ارکان دین کے بیان میں) جس کی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے ج ذوق ایں سے رہنمائی بخدا تا بخش

(بخدا اس پاک اور حلال شراب کی لذت چکے بغیر معلوم نہیں ہو سکتی)

۱۵ یہ کتاب بفضلہ تعالیٰ عنقریب مکتبہ حامیہ گنج بخش روڈ لاہور کی طرف سے شائع ہو رہی ہے۔ (شرف لاہوری)

فیر مغز اللہ تعالیٰ عز نے صرف اس کے ڈھائی صفحوں کی شرح میں ایک رسالہ
مسمیٰ بہ "زواہر حجبان من جواهر البیان" الملقب بقلب مصطفیٰ
فی حکمت کل العوری" تالیف کیا۔

(۵) اصول الرشاد لفتح مابنی الفساد (فساد کی بنیادیں ہلا دینے کے لئے
ہدایت کے اصول) جس میں وہ قواعد ایضاً و ثابت فرمائے۔ جنکے بعد
نبین مگر سنت کو قوت اور بدعت بخود کو موت و حشر

(۶) ہدایت البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ کہ دس فرقوں کا رد ہے۔ یہ کتابیں مطبع
صبح صادق سیٹاپور سے منطبع ہوئیں۔

(۷) اذاتہ الامام الماشی علی المولد و لقیام انشا اللہ العزیز عنقریب طبع ہوگی
پہلی بار مطبع اہلسنت و جماعت بریلی میں مع شرح اعلیٰ حضرت مسمیٰ بہ رشادۃ
الکلام فی شرح اذاتہ الامام طبع ہو کر شمع ہوئی مدت سے ایک نسخہ بھی باقی
نہ رہا

(۸) ازالۃ الاولیام رد مخدیر (۹) تزکیۃ الایقان رد تقویۃ الایمان
(۱۰) فضائل بعلم و العلماء (اسے یاد اعلیٰ حضرت کے آخر میں شامل کر دیا گیا ہے)
(۱۱) احسن الوعار لا ذواب الدعار (یہ رسالہ بھی مع شرح و اضافات اعلیٰ حضرت
مسمیٰ بہ ذیل المدعار احسن الوعار مطبع اہلسنت و جماعت بریلی میں شائع
ہو چکا ہے)

(ان کے علاوہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اور رسائل کے اسماء بھی ذکر کئے۔ مجموعی طور پر
بچیس رسائل ہیں۔ اختصار کے پیش نظر اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ شرف لاہوری
ان کے سوا، اور تصانیف شریفیہ کے مسودے بستوں میں ملتے ہیں۔ مگر
منتشر جنکے اجزاء راول، اخڑیا وسط سے گم ہیں۔ ان کے بارے میں حسرت و
مجبوری ہے۔ غرض عمر اس جناب کی ترویج دین و حمایت مسلمین و نکایت اعداء و
حمایت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گزری۔ جزاء اللہ تعالیٰ عن الاسلام

والسلامین خیر الجزاء۔ آمین!

پہنچ چادی الاخریٰ سنہ ۱۲۹۵ھ کو ماہ ربیع الثانی میں دست حق پرست حضرت
آقا کے نعمت و دریائے رحمت، سید المرسلین، مسند الکاملین، قطب
اوانہ، امام زمانہ حضور پر نور سیدنا و مرشدنا مولانا و مولانا ذخری لہوی و قدی
حضرت سیدنا سید شاہ آل رسول احمدی تاجدار ماہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ و
ارضاء و افاض علینا صبر کا تہ و نعلما پر شرف بیعت حاصل فرمایا۔
حضور پر نور مرشد برحق نے مکمل خلافت و اجازت جمیع سلاسل و سند حدیث
عطا فرمائی۔ یہ غلام ناکارہ بھی اسی جلسہ میں اس جناب کے طفیل ان برکات
سے شرف یاب ہوا۔ و الحمد للہ رب العالمین۔

پچیس سال ۱۲۹۵ھ کو باوجود شدت علالت و قوت ضعف خود
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص طور پر بلانے کے سبب کہ من
رائی فی المنام فقد رانی رواہ الامام احمد و البخاری و الترمذی عن انس رضی
اللہ تعالیٰ عنہ (یعنی جس نے خواب میں میری زیارت کی، اس نے درحقیقت
میری ہی زیارت کی) عزم زیارت و حج۔ مصمم فرمایا یہ خادم اور چند اصحاب و
خدا م ہمراہ رکاب تھے۔ ہر چند احباب نے عرض کی کہ علالت کی یہ حالت ہے
اُنڈہ سال ملتوی فرمائیے۔ ارشاد فرمایا: مدینہ طیب کے قصد سے قدم و رازہ
سے باہر رکھ لوں پھر چاہے روح اسی وقت پرواز کر جائے۔ دیکھنے والے
جانتے ہیں کہ تمام مشاہد میں تندرستوں سے کسی بات میں کمی نہ فرمائی۔ بلکہ وہ
مرض ہی خود ہی سے اللہ علیہ وسلم کے ایک آنکھورہ میں دوا عطا فرماتے سے کہ
من رانی فقد رانی الحق رواہ احمد و شیخان عن ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حد منع پر نہ رہا۔

و ان حضرت اجل العلماء اکمل انفسہا حضرت سیدنا احمد زین و حسان
شیخ المحرم و غیر علماء کو معظمت سے مکرر سند حدیث حاصل فرمائی سنہ ذیقعد

روزِ پنجشنبہ وقتِ ظہر ۲۹۶ھ ہجریہ قدسیہ کو اکاون برس پانچ مہینہ کی عمر میں
بعارضہ اسہال و موی شہادت پاکر شب جمعہ اپنے والد ماجد صاحبِ قدس سرہ
الغریز کے کاذر میں جگہ پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

روزِ وصال مناسبتِ صبح پڑھ لی تھی۔ اور ہنوز وقتِ ظہر پائی تھا کہ انتقال فرمایا
نزع میں سب حاضرین نے دیکھا کہ انھیں بند کئے متواتر سلام فرماتے تھے جب
چند نفاس پاتی سہے۔ ہاتھوں کو اعضا و عضو پر یوں پھیرا، گویا دستور فرما رہے
ہیں۔ یہاں تک کہ استغاثت بھی فرمایا۔ سبحان اللہ! وہ اپنے طور پر حالت
بے ہوشی میں مناسبتِ ظہر بھی ادا فرما گئے، جسوقت روح پر فتوح نے جدائی فرمائی
فقیر سر ہلنے حاضر تھا واللہ العظیم، ایک نور طبع علانیہ نظر آیا کہ سینہ سے اٹھ
کر برق آسہ کی طرح چہرہ پر چکا اور جیسے طرح لعل غور شیدائین میں جنبش کرتا
ہے۔ یہ حالت ہو کر غائب ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی روح بدن میں دھلتی۔ پچھلا
کلمہ کہ زبان فیضِ ترجمان سے نکلا تھا لفظ اللہ میں اور اخیر تحریر کہ
دست مبارک سے ہوئی بسم اللہ الرحمن الرحیم، حق کہ انتقال
سے دو روز پہلے ایک کاغذ پر لکھی تھی۔ بعد وفات نے حضور پیر و مرشد برحق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رؤیا (غواب) میں دیکھا کہ حضرت والد ماجد قدس سرہ والا ماجد
کے رشتہ بر شریف پر تشریف لائے۔ غلام نے عرض کیا۔ حضور یہاں کہاں ؟
او لفظا ھذا امتحان کیا اسی جیسا کوئی اور لفظ، فرمایا۔ آگے سے یا اب سے
یہیں رہا کریں گے وحدھا اللہ تعالیٰ وحسنہ و اسعہ

داس کے بعد علی حضرت قدس سرہ نے والد ماجد کی وفات کے کئی تاریخی مادے ذکر فرمائے
اخصاراً کہ مختصراً رکھتے ہوئے اسی پر کتب تکمیل کیا جاتا ہے

اعلیٰ حضرت کا بچپن اور تعلیمی زندگی

بسم اللہ تعالیٰ کی تاریخ معلوم نہ ہو سکی۔ تاہم جب استاد محترم نے حسب تادمہ واپکو
بسم اللہ الرحمن الرحیم الف، باء، تاء، ثناء پڑھایا تو آپ پڑھتے چلے گئے۔ جب
لام الف (لا) کی باری آئی تو آپ خاموش ہو گئے۔ استاد نے دوبارہ پڑھنے کیلئے
کہا، تو آپ پھر بھی خاموش رہے، بلکہ فرمایا کہ یہ دونوں لفظ تو اس سے پہلے پڑھے جا
چکے ہیں۔ آپ کے جد امجد مولانا رفیع علی خاں صاحب قدس سرہ نے فرمایا، بیٹا! استاد
کا کہا مانو۔ چنانچہ آپ نے جد امجد کے حکم کی تعمیل کی لیکن اپنے جد امجد کے چہرہ انور کی طرف
سراٹھا کر دیکھا۔ حضرت نے فرست ایمانی سے سمجھ لیا کہ بچے کو شبہ ہو رہا ہے کہ یہ
حروف مفردہ کہاں سے اس میں آلا، حرف مرکب کیسے آگیا حضرت نے ایک انجینئر
کے پیش نظر فرمایا کہ الف چونکہ ساکن ہوتا ہے، ادس اکن کے ساتھ ابتداء شکل ہوتی ہے۔

اس لئے اسے دوسرے حرف (لام) کے ساتھ ملا کر لکھا جاتا ہے اور پڑھا جاتا ہے۔ شروع میں
جو تم نے پڑھا ہے وہ حقیقت مزہ ہے الف نہیں۔ آپ نے پھر سوال کیا کہ اگر الف کو کسی
اور حرف کے ساتھ ملا دیا ہی تھا تو وال یا سین کے ساتھ ملا دیا ہوتا۔ اتنی دور لام کے ساتھ ملائے
کی کیا وجہ ہے؟ حضرت جد امجد نے فرط محبت سے آپ کو سینے سے لگا لیا، اور فرمایا کہ لام اور
الف صورتاً لکھنے میں (لا) بظاہر ایک جیسے ہوتے ہیں اور سیرت میں بھی ایسی خاص مناسبت
ہے۔ چنانچہ لام دل ام کا اور سیانی حرف الف ہے اور الف (ال) کا درمیانی حرف
لام ہے۔ اس مشابہت اور مناسبت کی وجہ سے دونوں کو ملا کر لکھا جاتا ہے۔

واقعہ حال جانتے ہیں کہ جو بچہ ابتداء ہی اتنا ہونہار اور راجد تھا۔ وہ بڑا ہو کر، اگر
شریعت میں امام الائمہ امام اعظم امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم بقدم تھا تو طریقت
میں حضور پر نور سیدنا سونٹ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مظہر کامل بنا۔

حضرت المبارک کا مہینہ تھا۔ اللہ عزوجل کے پہلے روزوں کے انظار کی تقریب

ہوتے ہیں۔ مگر اعلیٰ حضرت اس کے بالکل برعکس بڑے ذوق و شوق سے پڑھنے کے لئے جاتے۔ جسے کہ جمعہ کے دن بھی پڑھنے کے لئے جانا چاہتے تھے۔ لیکن والد ماجد کے بھانے سے رک گئے اور کچھ گئے۔ اگر یہ دن بہت اہمیت رکھتا ہے، اس لئے اس کے علاوہ کچھ دنوں میں پڑھنا چاہیئے۔

صرف پڑھنا نہیں۔ بلکہ نیکی اور دعا و استغفار کی طرف بھی بہت زیادہ میلان پانا چاہتا تھا۔ چنانچہ بریلی شریف اغوا زادہ کی مسجد میں ایک مجتذب بشیر الدین صاحب کو کرتے تھے۔ جو شخص ان کے پاس جاتا، اسے کم از کم پچاس گامیاں دیتے۔ اعلیٰ حضرت کو ان کی طاعت کا شوق پیدا ہوا۔ رات کے گیارہ بجے تنہا ان کے پاس چلے گئے اور جا کر فرش پر بیٹھ گئے۔ وہ پندرہ بیس منٹ تو بخور دیکھتے رہے۔ پھر کہنے لگے کہ تم مولوی رضا علی خاں صاحب کے کون ہو۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: میں ان کا پوتا ہوں۔ فوراً اٹھے اور چارپائی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہاں شریف رکھئے۔ پھر کہنے لگے: کیا مقدمہ کے لئے آئے ہو؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: مقدمہ تو ہے لیکن میں اس کے لئے نہیں آیا ہوں۔ میں تو صرف دعا و عطا سے حضرت کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ چنانچہ مجتذب صاحب اودھ گھنٹہ تک برابر کہتے رہے: اللہ کریم کرے اللہ رحم کرے۔ اتنے میں سوا حسن رضا خاں صاحب آپ کے نعلیے بھائی تشریف لے آئے اور مقدمہ کے متعلق گزارش کی۔ فرمایا مولوی صاحب سے کہہ دینا قرآن شریف میں یہ بھی تحریر ہے: **لَعَسَ أَنْ لَكُمْ مِنْهُ نَفْعٌ قَرِيبٌ** میں دوسرے دن ہی مقدمہ فتح ہو گیا۔

ایندالی کتابوں کے بعد آپ نے میزان منقشب وغیرہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب سے چڑھیں۔ اعلیٰ حضرت ان کی بہت ہی تعلیم کرتے تھے۔ جسے کو ان کی سفارش کو کبھی روز فرماتے تھے۔ لطف یہ کہ بعد میں بعض درسی کتابیں غالباً مزایہ شریفیت وغیرہ انہوں نے اعلیٰ حضرت سے چڑھی تھیں۔

اس کے بعد دینیات کی درسی کتابیں اپنے والد ماجد امام الشکلیں مولانا مفتی علی خاں صاحب قدس سرہ سے چڑھیں۔ ایک دفعہ اعلیٰ حضرت کسی کام کے لئے رامپور تشریف لے گئے۔ وہاں علم مینات کے مشہور زائر فاضل مولانا صاحب العلی صاحب

مناٹا بادی مٹی۔ خامی گزنی کا وقت تھا کہ والد ماجد آپ کو ساتھ لے کر ایک کمرے میں تشریف لے گئے۔ جہاں فرنی کے پیلے چنے ہوئے تھے۔ حضرت والد ماجد نے فرمایا: لو کھاؤ! آپ نے عرض کی: میرا روزہ ہے۔ والد ماجد نے فرمایا: بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہاں کوڑا بند کر دیتے ہیں۔ کوئی دیکھنے والا نہیں۔ چپکے سے کھاؤ۔ آپ عرض کرتے ہیں: جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے تو یہ سنتے ہی حضرت والد ماجد کی آنکھوں سے آنسو چھٹک پڑے اور کمرہ کھول کر آپ کو باہر لے آئے۔

ایک دفعہ مولوی صاحب قرآن مجید کی ایک آیت کریم پڑھا رہے تھے۔ وہ بار بار زبر پڑھاتے مگر اعلیٰ حضرت زیر ہی پڑھ رہے تھے۔ آپ کے جبراً قطب وقت مولانا رضا علی خاں صاحب دیکھ رہے تھے۔ آپ نے باکر قرآن مجید دیکھا تو واقعی کاتب نے غلطی سے زیر کی بجائے زبر لکھ دی تھی۔ آپ نے فرمایا: جس طرح مولوی صاحب کہتے تھے اس طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے عرض کی: میں چاہتا تھا کہ اسی طرح پڑھوں مگر زبان پر قابو نہ تھا۔ حضرت نے فرمایا: خوب! اور تبسم فرما کر سر پر ہاتھ پیرا، اور ٹھانگی دی۔ پھر مولوی صاحب سے فرمایا: کچھ صحیح پڑھ رہا تھا۔ دراصل کاتب نے غلط لکھ دیا تھا اور خود اپنے دست افدن سے تصحیح فرمادی۔

بارہ ایسے واقعات پیش آئے کی وجہ سے ایک دن مولوی صاحب نے تنہائی میں آپ سے پوچھا: صاحبزادے سچ سچ بتاؤ کہ تم انسان ہو یا جن۔ کسی سے نہیں کہوں گا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں انسان ہی ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم میرے شامل حال ہے۔

بچپن ہی میں حدود و سببہ دار اور زیرک تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک بچے نے اگر سلام کیا، تو مولوی صاحب نے جواب میں کہا: جیتے رہو۔ اس پر اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ یہ سلام کا جواب تو نہ ہوا۔ ولیکم السلام کہنا چاہئے تھا۔ مولوی صاحب مسکرا کر بہت خوش ہوئے اور بہت دعا مانگیں دیں۔

بچوں کو پڑھائی کی طرف اتنی توجہ نہیں ہوتی۔ بلکہ عام طور پر کھیل کود پر زیادہ خوش

رامپوری سے شرح چغینی کے بعض اسباق پڑھے۔ والد ماجد نے فرمایا۔ اس میں
کیوں وقت مرث کہتے ہو، مصطفیٰ پیرائے کی بارگاہ سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا
دیئے جائیں گے۔ (حاشیہ تذکرہ نوری از ابوب قادری)

آپ کی ذہانت و ذکاوت کا یہ عالم تھا کہ کتاب کا جو محتاجی حصہ استاذ سے
پڑھتے۔ باقی حصہ خود یاد کر کے سنا دیتے۔ آپ کی عمر شریف ابھی آٹھ برس کی
تھی کہ آپ نے بخو کی مشہور و معروف کتاب "ہدایۃ الخیر" پر مرثیہ میں شرح تحریر
فرمائی۔ اعلیٰ حضرت طائیفہ کے زمانے میں اصول فقہ کی مشہور اور مشکل ترین
"مسلم الثبوت" کا مطالعہ کر رہے تھے، کہ ایک مقام پر والد ماجد مولانا نقی علی خاں
قدس سرہ کا اعتراض و جواب نظر سے گزرا، آپ نے حاشیہ پر مرثیہ کی ایسی تقریر تحریر
فرمائی کہ سرے سے اعتراض ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ پھر جب پڑھنے کے لئے حضرت والد
ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی نگاہ حاشیہ پر پڑ گئی۔ دیکھ کر اتنی مسرت ہوئی کہ
اٹھ کر سینے سے لگا لیا، اور فرمایا: احمد رضا تم مجھ سے پڑھتے نہیں۔ بلکہ مجھ کو پڑھاتے ہو

علوم دینیہ کی تحصیل سے فراغت

فتویٰ نویسی — اور تدریس

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے صرف تیرہ سال دس ماہ چار دن کی عمر میں تمام مردہ علوم
کی تکمیل اپنے والد ماجد رئیس الشکلیین مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ سے کر کے سند
فراغت حاصل کی۔ اسی دن آپ نے ایک سوال کے جواب میں فتویٰ تحریر فرمایا تھا۔ سوال
یہ تھا کہ اگر عورت کا دودھ ناک کے ذریعے بچے کے حلق میں چڑھ گیا تو کیا رضاعت ثابت
ہوگی یا نہیں۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ: "منہ یا ناک سے عورت کا دودھ جو بچے کے
پیٹ میں پہنچے گا احرمیت رضاعت لائیکا"

۱۔ سوانح امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ از مولانا عبد العزیز احمد قادری ۱۲

۲۔ سوانح امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ از حیات اعلیٰ حضرت ص ۱۳

۳۔ مفتاح شریعت حصہ اول ۱۲

اسی دن والد ماجد نے سند افتاء آپ کے سپرد کر دی اور تا دم زلیست آپ فتویٰ نویسی
فرماتے رہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی کا فتاویٰ رشیدیہ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اکثر
ماہر پر جواب میں جائز یا ناجائز کہہ دینے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ حوالہ کتب اور دلائل
کی بھی چنداں ضرورت نہیں سمجھی۔ چنانچہ ان سے سوال کیا گیا کہ ذکر بالجہر کا ثبوت آیت و
حدیث سے تحریر کریں اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

"اسلام علیکم۔ ہند مفتی ہے مسئلہ حق جو اپنے نزدیک ہوتا ہے اسکو بتانا ہی فرض
جائتا ہوں اور مسائل کے دلائل لکھنے کی فرصت نہیں اور وہ واجب نہیں اس کی
تحقیق کتب میں ہے اگر علم ہو اسکو دیکھو، ورنہ دلائل سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا"

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲۵ مبوب جدید مطبوعہ کراچی)

کیا خوب سائل کو کوئی تسلی ہوگی کہ اس کے لئے تو گویا مفتی کا قول ہی حجت ہے۔
دلائل نہیں تو کم از کم اس کتاب کا نام ہی لکھ دیا جاتا۔ جس میں وہ بے چارہ اس مسئلے کو دیکھ لیتا۔
اعلیٰ حضرت کے اکثر و بیشتر فتوے دلائل کا خزینہ ہوتے ہیں جن میں سائل کے اطمینان
کا دافعو موجود ہو چکا ہو۔ حضرت مولانا امجد محمد رشیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے
ایک استفتاء آیا۔ جس میں استفتاء تھا کہ آیا مشرقی افق کی جڑ سے سیاسیہ کے نمودار ہوتے ہیں مغرب
کا وقت شروع ہو جاتا ہے یا جو وقت سیاسیہ بلند ہو جائے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ سورج کے غروب ہونے سے بہت پہلے سیاسیہ افق
مشرق سے کئی گز بلند ہو جاتی ہے۔ مثلاً یہ سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔ پھر فرمایا: الحمد
للہ جانب قرآن کہیں ختم نہیں ہوتے۔ دراز سے ایک نظر کیجئے تو آئینہ کریمہ تو لیج اللیل فی
النہار و تولیج النہار فی اللیل (سے اللہ تورات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل فرماتا
ہے) کے مطابق رقیعہ سے اس مطلب کی شعا میں صاف چمک رہی ہیں۔ رات معنی سایہ زمین
کی سیاسیہ کو حکیم قدیر عزوجل دن میں داخل فرماتا ہے۔ ہنوز دن بالہ ہے۔ سیاسیہ اللہ اکبر اور
دن کو سولہ کو درمیں لاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رشیدیہ موجود ہے کہ درج ذیل خاور نے کتاب خدائی

رکھ کر ایک چیز کو دوسری میں داخل کرنا دونوں کے موجود ہونے کا تقاضا کرتا ہے زیر کر ایک ختم ہو جائے اور دوسری اس کے بعد اُٹھائے۔ دن اور رات اگر اپنے اصل معنی پر رہیں تو وہ ایک دوسرے کی ضد ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مجازی معنی مراد لیا جائے۔ وہ اس طرح کہ رات سے مراد بات کی سیما ہی سے لی جائے۔

شرف (۱۱ جوری) فتاویٰ رضویہ جلد ۱۹ جلد ثانی مطبوعہ مدینہ منورہ

حضرت مولانا ابوالحسن ابراہیم علیہ الرحمہ صاحب محدث کچھڑچھوڑی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: چونکہ میں نے حساب کی تعلیم سکولی طور پر پائی تھی۔ لہذا فرائض حساب کی مشق بڑھی ہوئی تھی اور ایسے استفادہ میرے سپرد فرماتے تھے۔ ایک دفعہ پندرہ بطن کا مناسخ لایا۔ ظاہر ہے کہ مورت اعلیٰ کی پسند چھوٹی پشت میں درجنوں درنا رہیں گے۔ مجھ کو اس کے جواب میں دو رات اور ایک دن مسلسل محنت کرنی پڑی اور اُن پائی سے درجنوں درنا کے حق کو قائم نہ کر دیا۔ نماز عصر کے بعد بیٹھا کہ استغفار سناؤں۔ وہ بہت طویل تھا۔ فلاں مراء اور فلاں کو وارث چھوڑا پھر فلاں مراء اور اس نے اتنے وارث چھوڑے۔ اس میں صرف ناموں کی تعداد اتنی بڑی تھی کہ فلان ایکپ سائز کے دو صفحے بھرے ہوئے تھے۔ جب یہ استغفار میں پڑھ رہا تھا تو دیکھا کہ اعظم حضرت کی انگلیاں حرکت میں ہیں۔ اور استغفار ختم ہوا۔ اور بلا کسی تاخیر کے ارشاد فرمایا کہ آپ نے فلاں کو اتنا وارثوں کو اتنا حصہ دیا۔ درجنوں نام بنام لوگوں کا حصہ بتا دیا۔ میں حیران و ششدر کہ استغفار کو میں مرتبہ تو میں نے پڑھا ہر ایک نام کو بار بار پڑھ کر ان کا حصہ قلم بند کیا۔ لیکن مجھ سے صرف سب الاحیاء و زندہ و نثار کے نام پوچھے جائیں تو غیر استغفار اور جواب دیکھے نہیں بیا سکتا۔ یہ کیا تجربہ کیا وسعت مدارک تو یہ تو یہ! یہ کتنی شاندار کرامت بنے کہ ایک بار استغفار سنا تو درجنوں درنا کا ایک ایک نام یاد رہا اور ہر ایک کا صحیح حصہ اس طرح بتا دیا کہ جیسے کئی مہینے تک کوشش کر کے حصہ و نام کو رٹ لیا گیا ہو۔

آپ کی حیرت ناک قوت حافظہ کا اندازہ یہاں سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے افطار و غیرہ کی مشغولیت کے باوجود صرف ایک ماہ میں قرآن مجید یاد کر لیا۔ ہوا میں کہ اکثر لوگ آپ کے لئے مقادیر ہم رمضان

الغاب کے ساتھ حافظہ بھی کھدیا کرتے تھے۔ اعظم حضرت نے فرمایا: ان بندگان خدا کا کبہ غلط رہا، ہمیں قرآن مجید یاد رہی کر لینا چاہیئے۔ چنانچہ رمضان المبارک میں مشاعرہ کے دفتر کے بند جماعت تک حافظہ صاحب سے ایک پارہ قرآن مجید سن کر دور فرما لیتے۔ اس طرح رمضان شریف کے آخری دن قیسویں پارے کا دور کر رہے تھے۔

اعظم حضرت قدس سرہ کے علم و فکر کی کثرت لگی، نگاہ کی بزرگانی، استدلال کی قوت، تحقیق کی شدت اور بے پناہ قوت فیصلہ کا اندازہ ہزار ہا مصنفات پر لکھیں ہوئے آپ کے فتاویٰ کو دیکھ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ بڑے بڑے فقہاء آپ کے مدلل فتویٰ کو دیکھ کر انگشت بندوں رو جاتے ہیں۔

معنی محمد حسین صاحب نعیمی شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ اسلامیہ لاہور کے سائنس اعظم حضرت قدس سرہ کی تجدید کا ذکر مل نکلا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اعظم حضرت قدس سرہ کے تجدیدی کارناموں کی تحسین فتاویٰ رضویہ جلد اول ہی سے بخوبی دیکھی جاسکتی ہے۔

اور حقیقت یہی ہے کہ آپ نے فتاویٰ رضویہ جلد اول میں بے شمار ایسی تحقیقات بیان فرمائی ہیں۔ جن کا ذکر بھی دوسری کتابوں میں نہیں ملتا۔

تذریس اور وعظ و نصیحت

چونکہ ان دنوں بریلی شریف میں اہلسنت و جماعت کا اور کوئی مدرسہ نہ تھا اس لئے علماء کے لئے اعظم حضرت کی ذات گرامی ہی ماوی و ملجا تھی۔ علوم و فنیہ کی تکمیل کے بعد اعظم حضرت کی توجہ تدریس کی طرف بہت زیادہ تھی۔ علم و طواف و کلمات سے جوق و درجوق آپ کے تجربہ علمی سے استفادہ کرنے کے لئے حاضر ہوتے۔ دل و دماغ کی روشنی اور روحانی بالیدگی حاصل کرتے۔

ایک دفعہ جیلدار مسندار مالیر پر حاضر ہوئے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ لوگ کہاں سے آئے ہیں۔ تو انہوں نے کہا: ہم دیوبند سے گلگود گئے تھے، وہاں سے بریلی آئے ہیں۔ مولوی محمد خاں صاحب نے کہا کہ طالب علم عموماً تعریف سنا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جاتا کرتے

ہیں۔ مجھے اعتبار نہیں تھا کہ آپ نے دیوبند یا گنگوہ میں بریلی کی تعریف سنی ہو اور اس وجہ سے یہاں تشویش لگاتے ہوں۔ انہوں نے کہا کہ یہ درست ہے کہ وہاں اکثر بریلی کی برائی ہی ہوا کرتی ہے لیکن بالآخر یہ ضرور کہا جاتا ہے کہ احمد رضا قلم کا ہادشاہ ہے جس سلسلہ پر قلم اٹھایا۔ کیا مجال کہ کوئی اس کے خلاف قلم اٹھا سکے۔ یہی دیوبند میں سنا۔ یہی گنگوہ میں سنا۔ اس نے کہا اے دل میں شوق پیدا ہوا، کہ انہیں سے چل کر علم حاصل کرنا چاہیے۔ جن کے مخالف بھی فضل و کمال کی گواہی دیتے ہیں۔

الفضل ما شهدت به الاعداء جادودہ جو سرچرچہ کر پوسے

حضرت استاذ العلماء مرجع الفضل السید السید ابوالبرکات صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث مرکزی حزب الاحناف لاہور فرماتے ہیں: کہ جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عمر شریف پچاس برس ہو چکی ہو تو آپ نے تمام تر توجہ تصنیف و تالیف کی طرف پھیر دی اور فرمایا ایک دور یعنی نصف صدی گزر گئی۔ نوٹ لے کے حالات بدل گئے۔ اب میں بھی اپنی عادات میں تبدیلی کرنی چاہیے۔

چونکہ لوگ تحریر سے زیادہ استفادہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے اعلیٰ حضرت تقریر کا بنسبت تحریر کی طرف زیادہ توجہ فرمایا کرتے تھے۔ البتہ سال میں تین زبردست تقریریں ہوتیں ایک مدرسہ السنہ و جماعت مسجد نبویؐ کی مجلس ہمدانی پور میں فارغ التحصیل علماء کی دستار بندی کے موقع پر، دوسری ۱۲ ربیع الاول شریف میلاد شریف کے موقع پر صبح اٹھ بجے اہل عشا کے بعد اس تقریر کی اہمیت کے پیش نظر شہر میں اس تاریخ کو کسی دوسری جگہ اجتماع کے ساتھ مجلس منعقد نہ ہوتی۔ تیسری تقریر ۱۵ ذی الحجۃ المومنین میں سرایہ قدس حضرت شیخ و مرشد مولانا سید آلی ہلال صاحب مارہروی قدس سرہ کے موقع پر اعلیٰ حضرت کے کاشانہ اقدس میں ہو کر تھی۔

اعلیٰ حضرت اگر حضرت مولانا، برکت اللہ صاحب قدس سرہ کے عرس پر تشریف لے جاتے۔ آپ سے تقریر کی گزارش کی جاتی تو آپ حاضرین مجلس سے فرماتے، میں ابھی اپنے نفس کو ضبط نہیں کر پایا، دوسروں کو ضبط کے کیا لائق ہوں۔ آپ حضرات مجھ سے مسائل شریعہ دریافت فرمائیں۔ ان کے بارے میں جو حکم شرعی میرے علم میں ہوگا۔ چونکہ سول

کے بعد اسے ظاہر کرنا حکم شریعت ہے۔ میں ظاہر کر دوں گا۔ اتنے اسکر حاضرین میں سے کوئی صاحب حسب حال سوال کر دیتے اور اعلیٰ حضرت اسی مسئلے کے متعلق ایک سہ قلم اور نوٹ تقریر فرما دیتے۔

ایک دفعہ آپ حضرت تاج الفحول عبد الرسول مولانا شاہ عبدالغفار صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے عرس شریف میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے ۹ بجے سے سہ بجے تک پورے چھ گھنٹے سورۃ و بعضی پر تقریر فرمائی۔ آخر میں فرمایا کہ اس سورۃ مبارکہ کی کچھ آیتوں کی تفسیر میں اتنی جڑ لکھے تھے۔ پھر اسے چھوڑ دیا۔ اتنی فرصت کہاں سے ملاؤں کہ پورے قرآن مجید کی تفسیر لکھ سکوں۔

جلال علی

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے انداز علوم جلیلہ سے نوازا تھا۔ عرب و عجم کے علماء نے دانشمندی میں آپ کے علم و فضل کی گواہی دی۔ آپ نے کم و بیش پچاس علوم میں قلم اٹھایا اور قابلِ قدر کتب تصنیف فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

ملک سخن کی سب ہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے جھامیئے ہیں

پیشواۃ اعلیٰ اور تافاخر نہیں، بلکہ تحدیثِ نعمت اور انعامِ الہی کا اظہار ہے۔ واقعی آپ کو ہر فن میں کمال و مسترم حاصل تھی۔ بلکہ بعض علوم میں آپ کی مہارت کو بعد ایجاد تک پہنچی ہوئی تھی۔ چنانچہ مولوی رحمان علی صاحب تذکرہ علمائے ہند فارسی مثلاً میں آپ کے سالہ مبارکہ: الروضۃ المہدیج فی ادب التخییر میں لاکھوں جگہ کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

اگر پیشوازی کی کتاب ہے دریں فن نیافتہ شود
میں تو اس گفت۔ (اگر (فن تخریج حدیث میں) اور کوئی کتاب نہ ہو تو مصنف کی اس تصنیف کا موجد کہا جاسکتا ہے)۔

علم توقیت میں اس درجہ کمال حاصل تھا کہ دن کو سورج اور رات کو ستارے دیکھ کر گھڑی

علاسیہ کہتے تھے۔ وقت بالکل صحیح ہوتا اور ایک منٹ کا بھی فرق نہ ہوتا۔

ایک دفعہ آپ بڑائیوں تشریف لے گئے۔ مسجد خرام میں حضرت تاج الفحول عبد الرسول مولانا عبدالقادر صاحب بڑائی عثمانی نے آپ کو صبح کی نماز پڑھانے کے لئے کہا۔ حضرت نے قرأت انہی طویل کی کہ مولانا عبدالقادر صاحب کو شک ہوا کہ شاید سورج نکل آیا ہے۔ لوگ باہر نکل کر مشرق کی طرف دیکھنے لگے۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت نے فرمایا: ابھی سورج کے نکلنے میں تین منٹ ہم سیکندہ باقی ہیں یہ سیکندہ لوگ خاموش ہو گئے۔

چونکہ علم توقیت میں کوئی مستقل کتاب نہ تھی۔ اس لئے سبب بعض حضرات نے یہ علم پڑھنے کی درخواست کی تو آپ انہیں زبانی قواعد کھاتے دیتے تھے۔ مولانا ظفر الدین بہاری رضوی قدس سرہ بھی انہی پڑھنے والوں میں شامل تھے۔ انہوں نے ان قواعد کو جمع فرما کر توضیح التوقیت کے نام سے شائع کر دیا تھا۔

علم ریاضی میں بھی آپ کو حد سے زیادہ مہارت حاصل تھی۔ چنانچہ علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر جو کہ علوم ریاضیہ میں کمال رکھتے تھے اور ہندوستان کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی تعلیم حاصل کر چکے تھے۔ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے مزاج پرکھی کے بعد آنے کا مقصد دریافت فرمایا۔ تو انہوں نے کہا۔ میں ریاضی کا ایک مسئلہ پوچھنے آیا ہوں۔ ارشاد ہوا۔ فرمائیے۔ انہوں نے کہا وہ ایسا مسئلہ نہیں جسے اتنی جلدی عرض کر دوں۔ حضرت نے فرمایا۔ آخر کچھ تو فرمائیے۔ وائس چانسلر صاحب نے سوال پیش کیا۔ تو حضرت نے اسی وقت اس کا نقشہ بخش جواب دے دیا۔ انہیں مستحیرت ہوئی کہ میاں خیر کہنے لگے۔ میں سن کر اتنا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی شے ہے۔ آج آنکھ سے دیکھ لیا۔ میں تو اس مسئلے کے لئے جرم جانا چاہتا تھا۔ افتا آباد سے دینیات کے پروفیسر مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے میری راہنمائی فرمادی، اور میں یہاں حاضر ہو گیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اسی مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے۔ وائس چانسلر صاحب بعد فرحت و مسرت واپس تشریف لے گئے۔ حضرت کی صحبت کا اس قدر اثر ہوا کہ دائرہ ریکی، اور منار و روزنہ کے پابند ہو گئے۔

علم جفر میں بھی حضرت یگانہ روزگار تھے۔ ۱۲۹۶ھ میں حضرت مولانا سید شاہ حسین لدنی رحمت اللہ تعالیٰ نے بطور تذکرہ بدمرح کا ایک قاعدہ بتایا تھا۔ پھر آپ نے اپنے ملام کے ذریعے اس فن میں کمالی درجہ حاصل کیا۔ تھے کہ جب آپ کو مکرر حاضر ہوئے تو وہاں مولانا لدنی صاحب کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ علم جفر جانتے ہیں۔ ان سے حضرت کی ملاقات ہوئی تو پتھر نکل کر جو قاعدہ ان کے پاس نامکمل تھا۔ اس کی تکمیل حضرت قدس سرہ سے ہو گئی۔

مولانا سید حسین لدنی صاحب زادہ مولانا سید عبدالقادر شامی مدنی بارگاہ رضوی میں حاضر ہو کر چودہ ماہ قیام پذیر رہے۔ اس دوران میں انہوں نے علم وفاق و تفسیر سیکھا۔ حضرت انہیں لدنی میں لکھاتے جلتے اور وہ لکھتے جاتے۔ حتیٰ کہ ایک رسالہ "المطاببات لکیر فی علم جفر" مکمل ہو گیا۔ اسی موسم میں انہوں نے علم جفر بھی سیکھا۔ اس علم میں انہیں اتنی دتس حاصل ہو گئی تھی کہ پانچ سوالات میں سے دو صحیح حل کر لیتے۔ حضرت فرماتے ہیں۔ اگرچہ چند ماہ اور رہنے تو امید تھی۔ تمام سوال صحیح حل کرنے لگ جاتے۔ اس فن کی آسانی کے لئے جو نقشے حضرت نے ایجاد کئے تھے۔ رخصت کے وقت ان کی نذر کر دیئے۔ کیونکہ وہ بارے میں لوگوں کے کثرت سوالات و دیگر دینی معاملات میں حرج پیدا کرتے تھے۔ اسلئے حضرت نے اسے ترک کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

بعض موصوفہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ رام پور کے قواب صاحب کی سیگم جو کہ شیعہ تھی۔ بسیار ہو گئی۔ حضرت سے اس بیگم کے متعلق پوچھا گیا۔ تو جواب نکلا کہ دفعہ چھوڑ کر سنی ہو جائے۔ درد شفا نہیں۔ چونکہ فن جفر کا حکم ہے کہ جو حکم نکلے بغیر کسی رعایت کے صاف کہہ دیا جائے۔ حضرت نے یہی جواب لکھ بھیجا۔ لیکن وہ بیگم سنی ہونے پر ضامند نہ ہوئی۔ چنانچہ مرض بڑھتا گیا۔ اسی سال ۱۲۸۱ھ کو دوبارہ سوال کیا گیا۔ کہ اسکی موت کب اور کہاں ہوگی؟ اس وقت وہ تبدیلی آب و ہوا کی مضر سے فنی تالی میں مقیم تھی۔ حضرت نے جفر کی روش سے جواب دیا کہ اسکی موت ماہ محرم میں ہوگی۔ لیکن نئی تالی میں نہیں بلکہ اپنے سر کے قریب ہوگی۔ بعض جلد باز لوگوں کو اس جواب کا پتہ چلا تو انہوں نے ذیقعدہ ہی میں شفا لکھنے شروع کر دیئے۔ وہ تو ابھی زندہ ہے۔ انہیں جواب دیا گیا کہ ماہ محرم تو آنے

میں حضرت ملک العباد نے نقش مربع کو گیارہ سو باون طریقوں سے پر کیا ہوا تھا۔
تو یقین کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔

مگر اس معراج فن کے باوجود تعویذوں کا معاوضہ ہرگز نہ لیتے، بلکہ خلق خدا کی فی سبیل اللہ خدمت کو اپنا فریضہ تصور کرتے۔ چنانچہ ایک صاحب نے کچھ شیرینی لا کر پیش کی۔ اعلیٰ حضرت نے ان سے دو تین بار پوچھا کہ آپ کیسے تشریف لائے اور یہ تکلیف کیسی فرمائی۔ انہوں نے ہر دفعہ یہی گزارش کی کہ میں آپ کی زیارت اور مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوا ہوں لیکن تقویٰ دیر کے بعد انہوں نے ایک تعویذ کی درخواست کی۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے بھانجے علی احمد خان صاحب سے تعویذ منگو کر دیا۔ آپ کے خادم حاجی کفایت اللہ صاحب اشارہ پاتے ہی وہ شیرینی واپس لے آئے اعلیٰ حضرت نے یہ کہتے ہوئے شیرینی واپس کر دی کہ اسے ساتھ لے جائیے۔ میرے یہاں تعویذ بکتا نہیں ہے۔ انہوں نے بہت معذرت کی۔ لیکن آپ نے شیرینی قبول کرنے سے منہ انکار کر دیا۔

تاریخ گوئی کوئی معمولی بات نہیں۔ اس کے لئے حساب میں کامل مہارت اور الفاظ کا بے مثال استحضار ضروری ہونا ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت بلا تکلف تاریخی مادے بیان فرما دیا کرتے تھے۔ آپ کی تمام تصانیف کے نام جہاں معنی کے اعتبار سے تصنیف کے موصوفی کی وضع نشان دہی کرتے ہیں وہاں اعجاز کے لحاظ سے سن تصنیف کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔ یہ دونوں خوبیاں کسی اور کی تصنیف میں بہت ہی کم نظر آتی ہیں۔

۱۲۸۶ھ آپ کی عمر شریف کا چودھواں سال تھا۔ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کی کہ ایک امام بارگاہہ تغیر کیا گیا ہے اسکا کوئی تاریخی نام ہو تو دروازے پر کتبہ لگا دیا جائے۔ آپ نے جرحہ فرمایا۔ اس کا نام بدل دو فرض رکھیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ امام بارگاہہ گذشتہ سال تغیر ہو چکا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ کوئی دوسرا نام تجویز کیا جائے جس میں فرض کا لفظ نہ ہو۔ آپ نے فوراً فرمایا۔ پھر تو دائرہ فرض نام رکھ دیں۔ انہوں نے کچھ دیر سوچ کر کہا کہ اسکا نام ۱۲۸۶ھ میں ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا دائرہ فرض ۱۲۸۶ھ

دو اگر محرم میں نہ مری تو جواب غلط ہو جائے گا۔

اس طوفانی بے تیزی کی وجہ سے اعلیٰ حضرت نے فیصلہ کر لیا کہ اگر جواب غلط نکلا تو اس فن پر اتنی محنت کروں گا کہ کچھ بھی باندھ نہ سکے اعلیٰ حضرت نے جواب صاحب نبی آل میں مقیم تھے کہ کانپور کی مسجد شہید گنج کے جنگل سے میں لکھنؤ گورنمنٹ سٹیشن کی بے چینی حد سے بڑھی تو جواب صاحب کو تار ویا کر مامور کیا تو انہوں نے جواب صاحب لکھنے جانے کو تیار ہوئے تو بیگم نے زمانہ باختر دونوں ماہ محرم میں جیسے ہی رام پور پہنچے۔ بیگم کا انتقال ہو گیا۔ اس طرح بھگوانہ تعالیٰ پر جواب صحیح ثابت ہوا، تاہم اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے اس فن میں اشتغال ترک فرما دیا۔

اس واقعے سے اعلیٰ حضرت کی غذا و صلاحیتوں کا معمولی سا اندازہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جغرافیہ شہل ترین علم ہے جس کے سکھانے والے اُس وقت بھی نا پید تھے اور اکابر مصنفین معنی رکھنے کے لئے اس علم کو مخصوص اشارات میں لکھتے تھے۔ مگر اعلیٰ حضرت نے صرف مطالعے کے ذریعے اس فن میں یدِ طولی حاصل کر لیا تھا۔

علم کسیر (تعویذات کے علم میں) بھی آپ غیر معمولی ادراک کے مالک تھے۔ تعویذات کو پڑ کرنے کے بے انداز طریقوں سے واقف تھے۔ حالانکہ اکثر تعویذات لکھنے والے حضرات فکر کے فقیر ہوتے ہیں۔ انہیں دو سو بار و روز سے آگہی ہوتی ہے اور نہ ہی خود کسی نقش کے پڑکھنے پر قادر ہوتے ہیں۔

ملک العباد مولانا ظفر الدین بہاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک شاہ صاحب تشریف لائے اور بڑے غور سے کہنے لگے کہ یہ نقش مربع سولہ طریقوں پر کر لیتا ہوں۔ حضرت ملک العباد نے ان کے پوچھنے پر مبتدایا کہ مجھے نقش مربع کے پڑ کرنے کے گیارہ سو باون طریقے آتے ہیں۔ شاہ صاحب کو یہ ناقابل یقین بات سنکر اسقدر تعجب ہوا کہ اعتبار نہ آیا پوچھا یہ فن آپ نے کس سے حاصل کیا۔ حضرت ملک العباد نے فرمایا: اعلیٰ حضرت سے۔ شاہ صاحب کے استفسار پر آپ نے بتایا۔ کہ اعلیٰ حضرت ۱۲۸۶ھ سو طریقوں سے نقش مربع پر کرنا جانتے تھے۔ بالآخر جب شاہ صاحب نے وہ کتاب دیکھی

مناسب رہے گا۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرزند ارجمند کی ولادت کی خبر دیتے ہوئے عربیئے میں تاریخچی نام تجویز کرنے کے لئے گزارش کی۔ آپ حجامت خواہ رہے تھے۔ سید ایوب علی صاحب رضوی سے فرمایا۔ نام تو محمد بن الدین بن ہونا چاہیئے۔ اور دیکھئے قوشہ صاحب! شاید تاریخ ہوگئی۔ خواہ صاحب نے حساب لگایا تو ۱۳۲۶ ہجری میں ولادت تھا۔

اللہ تعالیٰ کے جس نام کے عدد آدمی کے نام کے عدد کے برابر ہوں۔ وہ اس کے لئے اسمِ اعظم کی تائید رکھتا ہے۔ ایک موقع پر آپ نے حاضرین میں سے ہر شخص کے اسمِ اعظم کا بیان فرمایا۔ لیکن سید قناعت علی صاحب کا اسمِ اعظم بیان نہیں فرمایا۔ ادھر عصر کی اذان ہوگئی۔ پھر تکبیر ہوگئی اور آپ مصلے پر تشریف لے گئے۔ سید قناعت علی صاحب کو بالوسی ہوئی۔ کو میرے نام کا اسمِ اعظم آپ نے بیان نہیں فرمایا۔ یہ میری عرویت کا پہلا دن ہے۔ آپ نے ان کے اس خیال پر اگاہی پاکر فرمایا۔ سید صاحب آپ کے لئے اسمِ اعظم یا خالق یا ضیے سے اس واقعے سے جس طرح تاریخ گوئی کی معراج کا جوہر نظر آتا ہے۔ اسطرح ہیں آپ کی فراست کا اندک جھلک بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

فتوے نویسی

افن انت را تو آپ کو وراثت میں ملا تھا۔ آپ کے والد ماجد اور جد امجد متحرر فاضل اور صاحبِ فتویٰ عالم تھے۔ آپ کی پرورش ہی ایسے ماحول میں ہوئی۔ جہاں علم و فضل کا دور دورہ تھا۔ برطوت قال اللہ وقال الرسول کا چرچا تھا آپ نے سب سے پہلے ۱۵ سال کی عمر میں وراثت کا مسئلہ تحریر فرمایا۔ آپ کے والد ماجد کی نظر اس پر پڑ گئی تو انہوں نے فرمایا: کہ انہیں ابھی نہ لکھنا چاہیئے۔ مگر ایسا مسئلہ کوئی بڑا لکھ کر دکھائے تو جانیں۔

پوئے چودہ سال کی مختصری عمر میں تو فتوے نویسی آپ کے سپرد ہی کر دی گئی۔ جسے آپ نے پورے شغف سے تا دمِ زلیست انجام دیا۔ آپ کی ذات گرامی اطراف و اکناف کے لوگوں کے لئے عباد و ماویٰ تھی بعض اوقات سینکڑوں استفتاء جمع ہو جاتے مگر آپ

باقاعدہ ہر ایک کو جواب دیتے کہ کسی کو محروم نہ فرماتے۔ کیا محال کہ کسی کو خط کا جواب نہ دیا جائے یا کسی کے بھیجے ہوئے ٹکٹ ضائع ہو جائیں۔

حضرت اساتذہ العلماء قدوة الفضل سید ابوالبرکات صاحب شیخ الحدیث مرکزی حجاز الاحناف لاہور فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی نے آپ کی خدمت میں تفسیر پر کیا کہ میں نے ٹکٹ بھیجے تھے، مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کہیں ضائع ہو گئے ہیں۔ اس حضرت نے نہیں دیکھی جواب دیا کہ آپ ان ٹکٹوں کی قیمت لکھیں، آپ کو اس قیمت کے ٹکٹ ارسال کر دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد آپ لیٹر بکس کی چابی اپنے پاس رکھتے اور اپنے سامنے لیٹر بکس کھولتے مبادا کسی کے ٹکٹ یا خط ضائع ہو جائیں۔

آپ کا حافظہ حیرت انگیز حد تک قوی تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ فرضِ منہسی کی لگن کا اس کا اس قدر غالب تھا کہ اپنی سمیت تک کا خیال نہ فرماتے۔ ایک دفعہ آپ کی طبیعت ناگوار تھی۔ ڈاکٹروں نے تحریر ملنے جلنے اور گفتگو سے منع کر رکھا تھا۔ اس لئے آپ شہر سے باہر ایک کوٹھی میں قیام پذیر تھے۔ ایک روز تین خطوط آئے۔ مغرب کے بعد آپ نے خطوط سننے شروع کر دیئے اور بیک وقت چار حضرات کو ان کے جوابات لکھوانا شروع کر دیئے۔ ہر ایک کو ایک ایک فقرہ بتا دیتے۔ وہ لکھنے لگ جاتے۔ لکھ لیتے تو اسی ترتیب سے ہر ایک کو اس سے الگا فقرہ بتا دیتے۔ اس طرح تمام خطوط کے جواب لکھوا دیئے۔ یعنی ڈاکٹروں کے منع کرنے پر آپ صرف اس بات پر تیار ہو گئے تھے کہ رات کو اپنے باغ سے نہ نکلتے، بلکہ صرف سسکر جواب لکھوا دیتے۔ فقط دن کو اپنے باغ سے نکلتے مگر شہب قلم اس تیزی سے چلا کر کئی آدمی آپ کی تحریر نقل کرنے لگتے تو آپ کے ایک دن کے لکھے ہوئے کی نقل نہ کر پاتے۔

مشہور عقولہ ہے کہ ”لکل عالمہ حفوظاً“ تقریباً ہر عالم کی کوئی نہ کوئی گزارش ضرور ہوتی ہے۔ محدث کچھو کچھوی فرماتے ہیں کہ ہمیں اور عرب و عجم کے تمام علماء کو اعتراف ہے کہ شیخ عبدالحی محدث دہلوی، بحر العلوم مولانا عبدالحی عسکری یا پھر علامہ حضرت کا زبان قلم

کایہ حال دیکھا کہ مولانا نے اپنے فضل و کرم سے انکی حفاظت فرمائی، اور زبان و قلم کو فقط برابر فرشتوں تک سے محفوظ رکھا۔ فلاں فعلت اللہ یؤتیر من یشاء۔ اس عنوان پر غور کرنا ہر تو فساد و فحش و بیہ کا گہرا مطالعہ کر ڈالئے۔

استاذ العلماء مرجع الفقہاء ملک المدین مولانا عطاء محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ حضرت خدس سرور کے علمی و دینی اور دینی کایہ حال تھا کہ باوجود کوشش بسیار کے ذریت اعلیٰ کے کسی فرزند کو مناظرہ کی توفیق نہ ہوئی اور تاریخ و مقام مناظرہ متعین ہونے کے باوجود حضرت نے وقت اور مکان کی پوری پابندی کی نہ سمجھا کہ قتل و شہید یا ہاں نہ گئے اور یا جاکر راہ فرار اختیار کی۔ حالانکہ حضرت کے دس سال کے بعد مسیروں مناظرے معرض وجود میں آئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پسماندگان قبیل کے پچھلے ہیں اس شیر سے کاہتے تھے (تقریر ترمیم بیان ص ۱۱)

آخر اس بچہ پیکار کے مقابلے میں آئے اور علم و جلال کے پیادے ٹکرانے کی کون جہت کر سکتا تھا۔ اعلیٰ حضرت اسے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض نظر کا متبر قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

دعا کے سامنے کی تاب کس میں فلک دار اس پر تیرا فلک ہے یا غوث

ماہ جمادی الاخریٰ سن ۱۱۸۷ میں بڑیوں بری سنبھل رام پور وغیرہ کے تفصیل شیعہ نے مسئلہ تفصیل پر اعلیٰ حضرت سے مناظرے کا اعلان کر دیا۔ ان کی سازش یہ تھی کہ ان دنوں آپ کی طبیعت خلیل ہے، آپ منہج استعمال کرتے ہیں۔ جب سہل کا دن آئے گا تو اس سے ایک دن پہلے ہم مناظرے کی دعوت دے دیں گے۔ اول تو آپ خود ہی سہل کی وجہ سے اٹھ کر دیں گے، اور اگر تیار نہ ہوئے تو طبیعت صاحب جو کہ درہل رافضی تھے۔ حقیقت اور واقعہ سے کام لیکر آپ کا علاج کر رہے تھے، عدالت کے پیش نظر مناظرے سے منع کر دیں گے۔

مگر جسے اللہ تعالیٰ سرمدی و رفعت عطا فرمائے اسے کون نیچا دکھا سکتا ہے۔ چنانچہ جب اعلیٰ حضرت کو مناظرے کی اطلاع پہنچی تو آپ فرما کر اب رہے گئے۔ طبیعت صاحب

نے لاکھ منع کیا۔ مگر آپ نے ان کی ایک دھمکی، اور فرمایا مجھے مناظرہ کرتے ہوئے مرجانا منظور ہے لیکن مناظرے سے انکار کر کے بچنا مقصود نہیں۔ اسی حالت میں تیس سوال لکھ کر سرگرمی کے پاس بھیج دیئے۔ مولانا رحمان علی صاحب فرماتے ہیں:

”بجز مسئلہ اصول مذکورہ سرگرمی مناظرین بسوا سے عجلہ و خانی بھولت تمام جانب وطن

تشریف فرما شدند و دیگر معاونین شان زیادہ سن سکت سلم پناہ بردند۔“

مناظرین کے قائد نے بعض سوالات دیکھ کر کمال ریاضت داری سے کہا کہ ان سوالات کے جوابات کوئی شخص تفصیل عقائد رکھتے ہوئے نہیں دے سکتا، حیات اعلیٰ حضرت، جلدی جلدی گاڑی پر بیٹھے اور اپنے وطن روانہ ہو گئے، اور ان کے معاونین نے خاموشی کے گوشے میں پناہ لی۔

چنانچہ اس واقعے کی تفصیل رسالہ فتح خیر میں اسی زمانے میں طبع ہو گئی تھی۔ ملک اعلیٰ مولانا ظفر الدین بہاری فرماتے ہیں: کہ اسکے بعد مولوی محمد حسن صاحب مغربی نے شرح عقائد پر حاشیہ نظم الفرائد لکھا جس میں انہوں نے اہل سنت و جماعت کے عقائد کا اظہار کیا۔ اعلیٰ حضرت نے ان رافضیوں کو پھر کئی دفعہ دعوت مناظرہ دی مگر اصرار سے کوئی صدا نہ اٹھی۔

شعرو شاعری باوجود اسکے کہ آپ جلد علوم دینیہ کے علاوہ جفر، نجوم، ریاضی اور تکیہ وغیرہ علوم و فنون میں تادیر روزگار تھے۔ آپ کو اگر طبع العلوم اور فنون کا جانی تو طبیعت درست ہوگا۔ اسکے باوجود آپ زاہد خفاک نہ تھے، بلکہ بعض اوقات شعر بھی کہتے۔ شعر گوئی آپ کا مشغلہ نہ تھا، اور نہ ہی اس کے لئے کوئی تیاری و تہیہ کرتے بلکہ جب جگہ بن ظہیر یا بعد از شریف کے شوق کا دریا موجزن ہوتا۔ تو بے ساختہ محبت و الفت کے جذبات شعروں کے سانچے میں ڈھل کر زبان پر آجاتے۔ چونکہ آپ کی طبیعت میں علم و فضل کی طرف بہت میلان تھا۔ اس لئے علمی اصطلاحات اور دقائق بے تکلف استعمال فرما جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام کا اکثر حصہ علماء ہی سمجھ سکتے ہیں، عوام کی پہنچ سے باہر ہے۔ چنانچہ حضور غوث پاک رضی

اللہ تعالیٰ عمنہ کی شان میں فرماتے ہیں
ترا منسوب ہے مرفوع اس جا ۔ اضافت رفع کی حامل ہے یا عوٹ
قصیدہ نور کے چند اشعار ملاحظہ ہوں :

بارہویں کے چاند کا چرا ہے سجود نور کا
بارہ برجوں سے بھکا اک اک ستارہ نور کا
وضیح واضح میں تری صورت ہے معنی نور کا
یوں مجاز آچا ہیں جسکو کہہ دیں کلمہ نور کا
یہ جو مہر و ماہ پر اطلاق آیا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا
ذو سے ہر قدس تک تیرے توسط سے گئے
حد اوسط نے کیا سفر لے کو کبریٰ نور کا

قصیدہ معراجیہ میں فرماتے ہیں :

سراج این دمنی کہاں تھا نشان کیف والی کہاں تھا
نہ کوئی رہی نہ کوئی سامنی رنگ منزل نہ مرحلے تھے

تاہم آپ کی بیشتر نعتوں میں بے ساختگی، سوز و گداز، کیف و جذب، فصاحت
و بلاغت، جوش بیاں اور پاکس شریعت غرض آپ کے کلام میں ہر طرح کا حسن صوری و معنوی
بدوجہ اتم موجود ہے۔ آپ کے نعتیہ کلام کو جام کوثر کہا جائے تو یقیناً بجا ہوگا۔ آپ کا
کلام اہل ایمان و محبت کے سادہ روح کا دلنواز نغمہ معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ذوق
سلیم رکھنے والے حضرات آپ کے کلام کو سکر جھوم جھوم جاتے ہیں۔ آپ خود تحدیثِ نبوت
کے طور پر فرماتے ہیں :

یہی کہتی ہے عیسیٰ بارخ جناں کہ رضا کی طرح کوئی تحریماں
نہیں ہست میں و صغیر شاہ بدی مجھے شوق طبع خدا کی قسم

ترجیمہ ایک وہند میں اہل محبت کی شاید ہی کوئی محفل ایسی ہوگی جہاں آپ کے کلام اور

مشہور زمانہ اسلام مصطفیٰ جان رحمت پر لاکھوں سلام ! کی گونج سنائی دے آخر
کیوں نہ ہو، آپ کی نعتوں کے ایک ایک شعر سے ارض و سما کے خالق کے محبوب
صلی اللہ علیہ وسلم کی کچی عبت کے چستے چھوٹے ہیں۔ آپ خود فرماتے ہیں :
گو گونج گونج، گئے ہیں غنابتِ رضا سے بوستان

کیوں نہ ہو کس چھوٹی کی رحمت میں رامت ار ہے
اکثر شعراء جو شش شاعری میں کچھ کا کچھ کہہ جایا کرتے ہیں۔ مبالغے پر انہیں توجہ میں د
انسان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ مگر علامت حضرت نے شاعری میں ایک نئی طرح ڈالی اور نعت
گوئی کا ایک معیار قائم کر دیا۔ آپ کی نعتوں میں کہیں بھی شانِ رسالت کی بے ادبی کا پہلو
نہیں نکلتا، اور نہ ہی کہیں حد سے تجاوز پایا جاتا ہے۔ بیشک ایک عالم دین کی یہی شان
ہونی چاہیے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و ثنا تو آپ کی روح کی عذراحتی ذرا
انذار بیان دیکھئے اور حد شریعت کی پاسداری ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں :

اللہ کی سزا بقدم شان میں یہ ان را نہیں انسان وہ انسان میں یہ
قرآن تو ایمان بستا ہے انھیں ایمان یہ کہتا ہے لری جان میں یہ
آپ نے نہ صرف خود نعت کے تقدس کو ملحوظ رکھا۔ بلکہ دوسرے شعراء کی بھی رہنمائی
فرمائی۔ چنانچہ اردو کے بلند پایہ شاعر حضرت اظہار باجوڑی نے ایک نعت لکھ کر آپ کی خدمت میں
پیش کی جسکا مطلع درپہا شعرا یہ تھا ۔

کب میں درخت حضرت والا کے سامنے فجنوں کھڑے ہیں خمیسہ ملی کے سامنے
اعلم حضرت نے سکنا رہنمائی کا اظہار فرمایا کہ دوسرا مصرع مقامِ نبوت کے لائق نہیں آپ
نے قلم برداشتہ اصلاح فرمائی ۔

کب میں درخت حضرت والا کے سامنے قدسی کھڑے ہیں عرشِ معلیٰ کے سامنے
حضرت مولانا حسن رضا خاں بریلوی اعلم حضرت کے بارود محترم پر پہلے پہل غزلی کا رنگ
غالب تھا۔ علامت حضرت کے فرماتے پر انہوں نے نعت کو اپنا مرقعِ سخن بنایا اور علامت حضرت
کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق نعت کہنے لگے اور یوں ان کی نعتوں کا قابلِ ستودہ

سنانش محبوبہ ذوق نعت معترف وجود میں اگر آج بھی داد و تحسین وصول کر رہا ہے۔
آپ کے نعتیہ کلام کی قہریت و توصیف میں بڑے بڑے شعراء اور اہل لسان و طب
السان ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ محسن کاکوروی نے جب معراج پر اپنا قصیدہ
سمت کاٹی سے چلا جانب منقر بادل !

برق کا ذرے پر لائی ہے صبا گنگا جل
کہا۔ تو سنانے کے لئے بریلی مخریفات، علحضرت کے پاس تشریف لائے۔ ظہر کے بعد دو
شعر سننے کے بعد طے پایا کہ عصر کے بعد اپنی قصیدہ سنا جائیگا۔ علحضرت نے عصر سے
پہلے اپنا طویل قصیدہ معراجیہ سنایا۔ عصر کے بعد آگئے ہوئے تو علحضرت نے فرمایا :
پہلے میرا قصیدہ سن لیجئے۔ حضرت محسن کاکوروی نے جب آپ کا قصیدہ مبارک رس قراپا
قصیدہ لپیٹ کر حبیب میں ڈال لیا، اور کہا : مولانا ! آپ کے قصیدے کے بعد میں اپنا
قصیدہ نہیں سنا سکتا۔

موجودہ دور کے مشہور ترین شاعر علامہ اقبال بھی آپ سے متاثر تھے۔ چنانچہ :
خاندانِ ۱۹۲۹ء کا واقعہ ہے کہ انجمن اسلامیہ سیالکوٹ کا سالانہ جلسہ تھا۔ علامہ اقبال
اس جلسے کے صدر تھے۔ جلسہ میں کسی خوش الحان نعت خواں نے مولانا احمد رضا خاں صاحب
کی ایک نظم شروع کی۔ جس کا ایک مصرع یہ تھا :

رفائے خدا ہے رفائے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
نظم کے بعد علامہ اقبال نے اپنی صدارتی تقریر کے لئے کھڑے ہوئے، اور
ارجحاً ذیل کے دو شعر ارشاد فرمائے

تماشا تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش لگنے خدا اور بجائے محمد
عجب تو یہ ہے کہ فروغی جیسے بنائے خدا اور بسائے محمد
حضرت ابوالخیر سید محمد صاحب کچھوچھو فرماتے ہیں : کہ
ایک مرتبہ کھنڈ کے ادیبوں کی ایک شان دار محفل میں علحضرت کا قصیدہ معراجیہ

۱۲ مقالات یوم رضا اور اقبال ۱۳ ۱۴ مقالات یوم رضا ۱۵

نے اپنے انداز میں پڑھا، تو سب جھومنے لگے۔ میں نے اعلان کیا کہ اردو ادب کے نقطہ
نظر میں ادیبوں کا فیصد اس قصیدہ کی زبان کے متعلق چاہتا ہوں۔ تو سب نے کہا کہ اس
کی زبان تو کوثر کی دھلی ہوئی زبان ہے۔

اسی قسم کا ایک واقعہ جناب عابد نظامی کو پیش آیا۔ وہ کہتے ہیں کہ
نعت ۱۹۵۹ء کے نصف آخر کا ذکر ہے کہ مجھے لندن میں ایک جلسے یوم
رضاء کی تقریب میں شرکت کے لئے جانا پڑا۔ یہ جلسہ ٹائمن ہال میں ہوا، شرکائے جلسہ مولانا
احمد رضا اور مولانا محمد جعفر خدی پھلواڑی اور کوثر نیازی مولانا ہارن شاہ امیر جماعت اسلامی
لندن کی کوٹھی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ رات کو یہ دلچسپ مذاکرہ چھپر لگی کہ اردو کا سب سے
بالاعت گو شاعر کون ہے ؟ اردو کے بڑے بڑے شاعروں کے اشعار مقابلے میں پیش
کئے گئے، یہ مباحثہ کافی دیر تک جاری رہا۔ بالآخر سب نے اس بات پر اتفاق کیا۔ کہ
مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے اچھے نعتیہ شعر (زیادہ تعداد میں) اردو کے کسی شاعر
نے نہیں کہے۔ میں اس وقت تک مولانا کے نام سے تو ضرور واقف تھا مگر کلام سے واقف
نہ تھا۔ بعد میں ان کا کلام ”خداؤں بخشش“ دیکھا، تو اس بات کی تصدیق ہو گئی۔

جناب عابد نظامی کہتے ہیں کہ :
مولانا کے مسلک سے اختلاف کرنے والے ممکن ہے بہت سے حضرات ملیں
لیکن یہ ناممکن ہے کہ ان کے کہاں نعت گوئی سے کسی کو اختلاف ہو۔ مولانا کی نعت گوئی
میں دو باتیں بڑی نہیں سکتیں۔ ویسے ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں لیکن کم از کم مجھے آج
تک پڑھے لکھوں میں مولانا کی نعت گوئی سے اختلاف کرنے والا کوئی نہیں ملا۔
چنانچہ اس سلسلے میں افتخار اعظمی کا بیان ذکر کر دینا ناگزیر سے خالی نہ ہو گا۔ اختلاف
مسلک کے باوجود لکھتے ہیں :

احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک سے اختلاف ممکن ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک
نہیں کہ وہ نیز معمولی ذہین اور متحر عالم تھے۔ وہ عالم دین کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے

۱۲ مقالات یوم رضا ۱۳ ۱۴ مقالات یوم رضا ۱۵

اس لئے ان کی شاعرانہ تخلیقات کی طرف بہت کم توجہ دی گئی۔ حالانکہ ان کا نعتیہ کلام اس پایہ کلمتے کو انہیں طبقہ اولیٰ کے نعت گو شعراء میں جگہ دی جانی چاہیے۔ انہیں فن اور زبان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ ان کے یہاں تکلف اور تفسیق نہیں بلکہ بیاضنگی ہے۔ چونکہ رسول پاک سے انھیں بے پناہ محبت اور عقیدت تھی۔ اس لئے ان کا نعتیہ کلام شدت احساس کے ساتھ ساتھ خلوص کے جذبات کا آئینہ دار ہے۔

اعلیٰ حضرت نے بڑی خوبی سے احادیث اور آیات قرآن کے اقتباس اپنے کلام میں شامل کئے ہیں۔ چونکہ آپ عربی فارسی وغیرہ زبانوں پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ اس لئے بجا تکلف ہر زبان میں شعر کہتے تھے۔ بلکہ ایک دفعہ تو آپ کے احباب میں سے جناب ارشاد اور جناب ناطق نے (جو خود بھی شاعر تھے) فرمائش کی کہ ایک ایسی نعت لکھ دیں جس میں عربی، فارسی، اردو اور ہندی چاروں زبانیں استعمال کی گئی ہوں۔ چنانچہ آپ نے فی البدیہہ ایک نعت شریف لکھ دی جس کا پہلا شعر یہ تھا۔

لہر آیات نظیروث فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جان

جگ راج کو تاج تو ہے سر سوبے تاج کو شہ دوسرا جان

اور آخر میں جب ارشاد اور ناطق کے ناموں کی طرف بڑے لطیف پیرائے میں اشارہ فرمایا
میں خاتم خام نوائے رضائے یہ طرز مری زیر رنگ مرا

ارشاد احباب ناطق تھا تاج پادشاه پڑا حیان

یہ نعت چار زبانوں کے حسین امتزاج کا مرقع ہے۔ اس جسے آپ کی جدت طرازی اور ایجاد کی قوت کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔

اعلیٰ حضرت کا مشہور زمانہ سلام بلاشبہ نہ صرف اردو ادب کا عظیم ترین شاہکار ہے بلکہ کیف و سرور میں اردو کا اور کوئی سلام اس کے پاسے کا نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس سلام کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہے۔ عاید قطعی کہتے ہیں کہ مولانا کا مشہور و مقبول سلام: مصطفیٰ جان رحمت پہ ناکھوں سلام ہر شخص نے

نہ مغفالت یوم رمضانک بخوار اذنان حرم

کی بارسا ہوگا، اور بقول پروفیسر یوسف سلیم چشتی ہندو پاک میں شاید ہی کوئی عاشق رسول ایسا ہوگا جس نے اس سلام کے دو چار شعر حفظ کر لئے ہوں۔

جناب محمد عزت صاحب اختر الہامی نے اس سلام کی تفسیق لکھ کر قابلِ ملامت کر دیا ہے۔ کاش کوئی مردِ خدا اعلیٰ حضرت کے شرو و سخن کی طرف توجہ دیتا، اور اس کی خوبیاں کو لہا کر لیتا، بلکہ اسکی شرح لکھ کر علمی دنیا میں اسے پوری طرح متعارف کرواتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور بزرگانِ دین کی تعظیم ہی کا اثر ہے کہ آپ کا نام نامی رنجی دنیا تک عزت و عظمت سے لیا جائے گا۔ بلکہ اعلیٰ حضرت تو فرماتے ہیں۔
نخیرین کرتے ہیں تعظیم میری خدا جو کے تجھ پر پرست مٹی ہے

نبی کے کوہِ نبی رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی محبت تعظیم کا خالص ترین اقرار ہے۔ آپ کی نعمتوں اور تعظیفات سے اسی محبت کے چشے پہوٹتے ہیں اور اہل اسلام کے دلوں کو سیراب کرتے ہیں۔ آپ کی شاعری کا غور ہی حب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تعظیم اوس پر کرام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی زبان و قلم کبھی کسی دنیا کے تاجدار کی قصیدہ خوانی سے ٹوٹ نہیں ہوئی۔ بلکہ آپ نے ہمیشہ حضرت مسلمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیابت کا فریضہ انجام دیا ہے۔

ایک مرتبہ ریاست نانپارہ اضلع بہرائچ شریف یوپی کے نواب کی درج میں شہزادوں نے قصیدے لکھے۔ بعض حضرات نے آپ کی خدمت میں بھی نواب صاحب کی شان میں قصیدہ لکھنے کی گزارش کی، آپ نے ایک نعت شریف لکھی جس کا مطلع یہ تھا
وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں

یہی نعتولِ خاد سے دور ہے یہی شعاع ہے کہ دھواں نہیں

اور آخر میں دنیا کی دولت رکھنے والوں کی تعریف کرنے سے صاف انکار کر دیا اور نانپارہ کو نہایت لطیف انداز میں ذکر فرمایا

کروں مدراج اہل دولت پرست پڑے اس بلا میں مری بلا

میں گد اہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

مرشد برحق کے دست مبارک پر بیعت

حضرات موصوفیائے کرام اور علمائے عظام کا طریقہ ہے کہ وہ مشائخ کے دست اقدس پر بیعت کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سلسلہ وار تعلق کو مضبوط اور مستحکم بنالیا کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ ۵ جمادی الاخریٰ ۱۲۹۶ھ کو اپنے والد ماجد کی معیت میں سید ابوالحسن مسند الکاملین حضور پر نور حضرت سید شاہ آل رسول اقدس تاجدار مہر و رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کی۔ چونکہ دونوں حضرات صلاحیت تامہ اور اکیٹنے کی طرح صاف و شفاف دل سے گرجا حاضر ہوئے تھے، اور حضرت شیخ کی شرف نگاہی نے ان کی اعلیٰ صلاحیتوں کو محسوس کر لیا تھا۔ اس لئے اسی وقت دونوں حضرات کو خلافت و مسند حدیث اور تمام سلسلوں کی اجازت سے نوازا دیا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن نوری میاں صاحب نے حضرت شیخ سے مرضی کی کہ حضور آپ کے یہاں تو طویل عرصہ با مشقت مجاہدہ و دیانت کے بعد خلافت و اجازت دی دی جاتی ہے تو پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ ان دونوں حضرات کو بیعت کرتے ہی خلافت دے دی گئی۔ حضرت مرشد برحق نے فرمایا: میاں صاحب! اور لوگ زنگ آلود میلا کچھلا دی بیکر آتے ہیں۔ اسکی معافی اور پاکیزگی کے لئے مجاہدات طویلہ و ریاضیات شاقہ کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ دونوں حضرات صاف سحر پاکیزہ دل سے کہ ہمارے پاس آئے ان کو صرف اتنا ہی نسبت کی ضرورت تھی اور وہ مرید ہوتے ہی حاصل ہو گئی۔ (مذکرہ نوری)

پھر مزید آپ نے فرمایا: کہ مجھے اس بات کی بہت بڑی فکر رہی تھی کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے اُمی رسول تو میرے لئے کیا ہے تو میں بارگاہِ الہی میں کیا چیز پیش کروں گا۔ لیکن فرج و فتنہ میرے دل سے دور ہو گئی ہے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ اے اُمی رسول تو میرے لئے کیا لایا، تو میں عرض کروں گا کہ الٰہی نیرے لئے احمد رضا لایا ہوں۔ (حاشیہ مذکرہ نوری)

جب ۱۲۹۶ھ میں حضور پرورد مرشد کا وصال ہوا تو اپنے قبل از وصال اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو سید ابوالحسن نوری اپنے ابن الابن و ولیعہد اور سجادہ نشین کے سپرد فرمایا۔ ان سے آپ نے کچھ طریقت کی تعلیم، علم تکسیر اور علم جبر و فیزہ علوم حاصل کئے۔

آپ کی زندگی میں حسب مصطفیٰ اہل بیت اتباع شریعت اور اخلاق و عادات اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اتباع شریعت

کا عنصر بہت زیادہ غالب تھا۔ چنانچہ بخوقت نماز باجماعت نہایت اہتمام سے ادا کرتے۔ حتیٰ کہ شدید بیماری کی حالت میں بھی کرسی پر بیٹھ کر مسجد میں آتے اور جماعت سے نماز ادا کرتے۔ فرض نماز عشاء اور اگر رکھے کے بغیر رگز ادا نہ کرتے۔ نایک موقع پر جب علالت کی وجہ سے نماز میں قرأت دشوار ہو گئی، تو آپ فرائض اور سنن کسی اور کی اقتداء میں ادا کرتے،

جب آپ دوسری دفعہ حج کو گئے تو وہاں طبیعت علیل ہو گئی۔ عزم کے آخری دنوں میں طبیعت بحال ہوئی تو آپ نے ایک سلطان حرام میں غسل کیا۔ باہر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ گھٹا چھا گئی ہے۔ حرم شریف تک پہنچتے پہنچتے بارش شروع ہو گئی۔ معنا آپ کو ایک حدیث یاد آگئی کہ جو بارش میں طواف کرے وہ رحمت الٰہی میں تیرا ہے۔ آپ نے اسی وقت حجر اسود کو بوسہ دیا اور طواف شروع کر دیا۔ بخار پھر عود کر آیا۔ مولانا سید انجیل صاحب نے فرمایا: ایک ضعیف حدیث کے لئے آپ نے اپنے آپ کی پروا نہ کی۔ اعلیٰ حضرت نے جواب دیا جو آپ ذر سے لکھنے کے قابل ہے کہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن اسید مجتہد اللہ تعالیٰ قوی ہے۔ (ملفوظات شریف حصہ دوم)

ایک دفعہ رمضان شریف میں طبیعت سخت علیل ہو گئی۔ طبیعوں کے کہنے کے باوجود آپ نے روزہ افطار نہ کیا۔ روزے کی برکت سے صحت بھی حاصل ہو گئی۔

آپ رات کو سوتے وقت نام اقدس (حی) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شکل میں، استراحت فرماتے۔ سلام کہنے میں پہل کرتے۔ کسی چیز کے لینے اور دینے کے لئے وہاں اٹھ ہی استعمال فرماتے۔ کسی قبضہ نہ لگاتے۔ بجائی آئے پرانگی دانتوں میں دبا جیتے، گل

کرتے وقت بائیں ہاتھ پیش مبارک پر رکھ کر منہ سے پانی گراتے، قبلہ کی طرف منہ کر کے کبھی نہ جھٹکتے۔ قبلہ کی طرف پائے مبارک کبھی دروازہ نہ کرتے۔ خطہ جڑاتے وقت اپنا کٹک اور آئینہ ہٹا کر لے لیتے۔ اس جنگی سے چلتے کہ اصل آواز پیدا نہ ہوتی۔ اکثر ٹکا ہیں بچی رکھتے۔ ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے زانو پر رکھ کر بیٹھ کر پسند نہ فرماتے۔ اگر آپ کسی حدیث کی ترجمانی فرما رہے ہیں اور وہ بیان میں کوئی شخص بات کاٹتا تو سخت ناراض ہوتے۔

طلبہ کے لئے آپ کی ایک اہم نصیحت کا ذکر انیسویں سے خالی نہ ہوگا، فرماتے ہیں: اپنے واسے کو چاہیے کہ جب کسی چیز کے حاصل کرنے کا ارادہ کرے تو اگرچہ کمالات سے بھرپور ہو اپنے تمام کمالات کو دراندہ بھی پرچھوڑ دے اور یہ جانے کہ میں کچھ جانتا ہی نہیں، غفلت ہو کر اُسے گا تو کچھ پائے گا، اور جو اپنے کو بھرا سمجھے گا توج

نہاںیک پر شد و گر چوں بد

”بھرے برتن میں اور کوئی چیز نہیں ڈالی جا سکتی۔“

غریب اور فقراء کی خصوصی امداد کرنا بھی آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ ناداروں کے مایانہ دلینے تو کلام علیہ السلام مقرر تھے۔ مقامی ہی نہیں بلکہ بیرونی ضرورت مندوں کو بذریعہ مئی آرڈر ارسال کرتے۔ جب کہیں سے کوئی رقم آتی کوشش کر کے اسے تقسیم فرما دیتے۔ اسی لئے آپ نے ایک دفع فرمایا کہ میں نے کبھی ایک پیسہ زکوٰۃ کا نہیں دیا۔ کیونکہ آپ اپنے پاس اتنے پیسوں کو رکھنے ہی نہ دیتے تھے کہ سال گزرنے کے بعد ان پر زکوٰۃ واجب ہو۔

والدین کی تعظیم و احترام کا یہ عالم تھا کہ جب والد ماجد امام متکلمین مولانا مفتی علی خاں قدس سرہ کا وصال ہوا تو آپ اپنے حصے کی جائیداد کے خود مالک بنے مگر تمام اختیار والدہ ماجد کے ہاتھ تھا۔ سمجھتے کہ آپ کو کتابوں کی ضرورت ہوتی تو ان کی اجازت کے بعد ہی منگواتے بلکہ دوسری دفعہ کے لئے گئے تو والدہ ماجد سے اجازت حاصل کر کے ہی گئے۔

اہل علم اور طلبہ کا احترام آپ کے ہاں علمائے اہل سنت کی بکثرت آمد و رفت رہتی۔ آپ علماء کی تشریف آوری پر بے حد مسرور ہوتے۔ حسب مراتب کسی کی خاطر داری میں کوئی ذریعہ فروگزاشت نہ فرماتے۔ بالخصوص

مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی عثمانی اور اللہ حضرت کے الفاظ میں الاموال اسد الاشہار رشید مولانا دہلی احمد محدث سورتی رحمہما اللہ کی تو آپ بہت ہی عزت کرتے تھے لیکن بائیں ہاتھ خلاف شریعت کوئی بات نظر آتی تو بڑے خوب صورت طریقے سے اسکا ازالہ کر دیتے۔ چنانچہ ایک بار حضرت مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین مارہرو شریف تشریف لائے تو آپ حسب سابق خود ہاتھ دھوا رہے تھے۔ فرمایا کہ حضرت شاہزادہ صاحب انگوٹھی اور پھلے مجھے دے دیجئے۔ انہوں نے اُٹھ کر دیتے۔ پھر کسی کام پر بیٹھنے سے پہلے گئے۔ واپسی پر جب آپ مارہرو پہنچے تو آپ کی صاحبزادی نے عرض کی کہ بریل کے مولانا صاحب نے یہ پارسل بھیجا ہے جس میں یہ سونے کی انگوٹھی اور پھلے ہیں اور خط میں لکھا ہے کہ شاہزادی صاحبہ یہ دونوں طلائی چیزیں آپ کی ہیں۔

مبلغ اسلام حضرت مولانا الحاج قاری شاہ عبدالعلیم صاحب صدیقی قادری رضوی میرٹھی حرمین طہیین سے واپس آئے تو انہوں نے اللہ حضرت کی شان میں ایک منقبت پڑھی۔ اس کے بعد اللہ حضرت نے اپنے نہایت قیمتی کلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ اس دیار پاک سے تشریف لارہے ہیں، اگر یہ عام پیش کروں تو یہ آپ کے قدموں کے جی لائق نہیں البتہ میرے کپڑوں میں سب سے بیش قیمت ایک جہ ہے وہ حاضر کئے دیتا ہوں، اور کاشاذا اقدس سے سرخ کاشانی قندیل کا جسیہ لاکر عطا فرمادیا جو اسوقت کسی طرح بھی ڈیڑھ سو روپے سے کم قیمت کا نہ ہوگا۔

سحاج کرام آتے تو ان سے دریافت کرتے کہ میرے طلبہ حاضری دی تھی، اگر جواب ملے کہ حاضری دی تھی تو بہت خوش ہوتے اور بے حد تعظیم کرتے، اور اگر یہ کہا جاتا کہ حاضری نہیں دی تو اسکی طرف توجہ بھی نہ فرماتے۔

طلبہ کے لئے تو آپ سراپا کرم و عنایت تھے۔ کلمو لوگ طلبہ کو چنداں اہمیت نہیں دیتے مگر آپ کے اخلاق کرمیہ کی داد دیجئے کہ کسی صورت میں طالب علموں کی دل شکنی گوارا نہ فرماتے۔ چنانچہ مولانا مقبول احمد خان صاحب مہتمم مدرسہ حمیدیر دہلی نے فرمایا کہ میں تو ایک پڑھا کرتا تھا کہ وہاں ایک بزرگ تشریف لائے، ان کے تعویذ

تیر ہجرت ثابت ہوتے تھے۔ انہوں نے مجھے ایک نقش دیا، اور فرمایا کہ اسے شرف آفتاب کے وقت سولے کے پڑ پکندہ کر کے اٹھو ٹی میں جڑوا کر پہننا حد درجہ نافع ہوگا۔ باقی تمام انتظام ہو گئے لیکن شرف آفتاب کے معلوم کرنے کا مسئلہ باقی رہ گیا۔ اس کے لئے میں نے باجوہ ویکہ کچہ ششماہی اور واقفیت مدحتی، المصنعت کی خدمت میں عرض کر دیا۔ خدا کی قدرت کہ میں دن خط چنچا، اس سے دوسرے ہی دن شرف آفتاب تھا۔ اخبار سے کہ اگر آپ دامپی ڈاک بھی جواب دیتے تو بھی آپ کا مکتوب شرف آفتاب کے ختم ہونے کے بعد ملتا جس سے مجھے ناقابل بیان صدمہ ہوتا، اور مجھے اس کے لئے مزید ایک سال اور انتظار کرنا پڑتا۔ المصنعت نے ایک طالب علم کے صدمے کا خیال فرماتے ہوئے مجھے تار کے ذریعے جواب دیا کہ شرف آفتاب کل ۹ بجے سے میسر ایک دن رات تک رہے گا۔ اس طرح نقش بروقت کندہ ہو گیا، اور انگوٹھی تیار ہو گئی۔ آج بھی انگوٹھی کو دیکھتا ہوں تو ایک طالب علم پر المصنعت کی شفقت و عنایت کا شرت سے احساس ہوتا ہے۔

مکات العلماء مولانا خضر الدین بہاری نے جب پہلا فتویٰ صحیح لکھ کر اصلاح کے لئے آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے انہیں اپنے دست اقدس سے ایک ربرج عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میرے والد ماجد نے مجھے پہلے صحیح فتوے پر ایک روپیہ انعام کے طور پر عنایت کیا تھا، اس لئے میں بھی اول صحیح فتوے پر ایک روپیہ انعام دیتا ہوں۔

آپ کی طرف سے اس طرح کی عزت افزائی بھی کا نتیجہ تھا کہ آپ کے قلمذہ اور رفتار میں خدمت دین کا نبرد تنہا پیدا ہو گیا تھا۔ اسی لئے انہوں نے دینی امور میں تالیفات بڑھ چڑھ کر جمعہ لیا اور عین خدمت دین کا ایک خوشندہ باب تحریر فرما گئے۔

اہل محبت کے نزدیک ہر وہ چیز قابل تعظیم جوئی ہے جسے سادات کرام کی تعظیم و تکریم محبوب کے ساتھ معمولی سی نسبت بھی حاصل ہو۔ سادات کرام کے جسم میں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خون رواں دواں ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی تعظیم و محبت کو ہر شخص اپنے لئے سعادت تصور کرتا ہے۔ اس سلسلے میں بھی المصنعت کا طرز عمل نہایت ہی قابل تقلید تھا۔ آپ کے ان میلاد النبی یا عرس وغیرہ کی تقریبات میں

سادات کو دو ہزار حصہ دیا جاتا، اور ان کی تعظیم و توقیر میں کسی طرح کمی نہ کی جاتی۔ جسے کہ ایک دفعہ ایک صاحبزادے اور خانہ داری کے لئے حازم رکھے گئے۔ بعد میں پست چھ کسبہ ہیں۔ المصنعت نے گھر والوں کو تاکید فرمادی کہ خبردار! صاحبزادے سے کوئی کام نہ لیا جائے۔ اس لئے کہ وہ مخدوم زادے ہیں۔ جس چیز کی انہیں ضرورت ہو حاضر کی جائے اور جس تنخواہ کا وعدہ جوابیے بطور نذرانہ پیش ہونا رہے۔

ایک دفعہ ایک سید صاحب نے آپ کے دروازے پر آکر آواز دی کہ "دعواؤ سید کو"۔ یہ سنتے ہی آپ باہر تشریف لاتے، اور دینی امور کے لئے جو دوسو روپے کی رقم رکھی ہوئی تھی۔ پیش کر دی اور کہا "حضور حاضر ہیں"۔ اس میں مختلف قسم کے شکے تھے۔ سید صاحب کچھ دیر انہیں دیکھتے رہے، پھر ایک چوٹی اٹھالی، اور فرمایا: میں آپ سے جا بیٹے! اسی وقت آپ نے خادم سے فرمایا، کہ جب سید صاحب تشریف لائیں تو ایک چوٹی ان کی نذر کر دیا کرو، انہیں کہنے کی ضرورت نہ رہے۔ مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب نصیحت یہ شعر کہا ہے یہ اسی کی اتباع تھی ۵

کہوں اپنی گلی میں ردا دار خدا ہو جو بھیک لئے راہ گداؤں کو رہا ہو!
آپ کی شرعی معاملات پر سختی سے کار بند رہا کرتے تھے اور حکم شریعت کے مطابق پردے کا نہایت اہتمام کرتے تھے۔ لیکن سادات کرام کی تعظیم و توقیر کا جذبہ کسی طرح کم نہ تھا۔

چنانچہ ایک بار ایک سید صاحب اپنی ملاقات کے لئے تشریف لاتے۔ اس سے پہلے جب وہ تشریف لائے تو مکان مروا نہ تھا، لیکن اب وہ مکان نہ تھا۔ اتفاق وقت کہ استاد مانیہ پر کوئی آدمی بھی موجود نہ تھا جو انہیں بتا دیتا، اس لئے وہ سید صاحب اندر چلے گئے۔ مستورات اور خانہ داری میں مصروف تھیں، انہوں نے دیکھا تو ذرا پردے میں چلی گئیں۔ اب جو سید صاحب کو احساس ہوا، تو غراست سے سر جھکا کر واپس جانے لگے، اتنے میں اعلیٰ حضرت تشریف لے آئے اور سید صاحب کو ساتھ لے کر اس جگہ چلے گئے، جہاں بیٹھ کر آپ تصنیف و تالیف کا کام کیا کرتے تھے۔

سید صاحب کو جھاکر کافی دیر تک باتیں کرتے رہے تاکہ ان کی نواہت دور ہو۔ سید صاحب نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے علم نہ تھا۔ میں سمجھا کہ مکان مروا رہے ہیں اس لئے ہاتھ ملگت چلا آیا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: حضرت! یہ سب تو آپ کی باتیں ہیں آپ آقا اور کاٹواڑ سے ہیں۔ معذرت کی کیا ضرورت ہے۔ میں خود سمجھتا ہوں آپ اطمینان سے تشریف لے دیجئے۔

حضرت ملک العطار مولانا ظفر الدین بہاری فرماتے ہیں: یہ واقعہ خود سید صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ اور بطور خوش طبعی کہا کہ میں تو سمجھا تھا کہ آج خوب شے مگر جانتے ہیں کہ وہ عزت و قدر کی کہ دل خوش ہو گیا، واقعی جب رسول ہو تو ایسا ہو۔

نصائح کے بعد آپ تشریف فرماتے، حاضرین کا مجمع تھا۔ اتنے میں مولوی نور محمد صاحب جو اس وقت استاذ علیہ برغرض تعلیم معتمد تھے، باہر سے قناعت علی قنات علی پکارتے ہوئے سنا دیے۔ انہیں فوراً بلایا اور فرمایا: سید صاحب کو اس طرح پکارتے ہو کبھی آپ نے مجھے بھی نام بتے سنا۔ پھر تکیداً فرمایا: اشد اس کا خیال رکھیں۔

اسی مجلس میں دوران گفتگو فرمایا: قاضی وقت اگر سید کو حد لگائے تو یہ خیال نہ کرے کہ میں سزا دے رہا ہوں۔ بلکہ یہ تصور کرے کہ شاہزادے کے پاؤں میں گچ پڑا ہے گئی ہے اسے دھو رہا ہوں۔

زیارتِ حرمین شریفین

کوئی مسلمان ہے جس کے دل میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کا شوق نہ چلتا ہو۔ کون ہے جس کے دل میں مہبط الخدا اللہ کی حاضری کی تڑپ نہ ہو۔ اعلیٰ حضرت کو یہ سعادت دو دفعہ میسر ہوئی۔ پہلی دفعہ ۱۲۹۵ھ میں والدین کریمینہ کی معیت میں یہ سفر طے کیا۔ اس وقت آپ کی زندگی کا تیسواں سال تھا۔ وہاں سید احمد دجلان

شافعیہ اور مولانا ابوالرحمان سراج مفتی حنفیہ سے حدیث، فقہ، اصول و تفسیر وغیرہ علوم کی سند حاصل کی۔

ایک دن آپ نے مقام ابراہیم میں نماز مغرب ادا کی، تو امام شافعیہ حسین بن صالح جبل شمس نے بغیر کسی شناسائی کے آپ کا ہاتھ پکڑا، اور اپنے گھر لے گئے اور دیر تک فرماتے رہے: اے نبی! کوئی نور اللہ من هذا العجبین: مجھے اس پیشانی سے اللہ تعالیٰ کا نور نظر آتا ہے۔ بعد ازاں صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت لینے دستخط خاص سے عنایت فرمائی، اور فرمایا: تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔ یہ سند امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ تک گیارہ واسطوں سے پہنچتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے انہی کی سبب شافعیہ پر کتاب الجوہرۃ المضمیۃ کی شرح السیرۃ الوضیۃ شرح الجوہرۃ المضمیۃ دو دن میں لکھ کر پیش کر دی جسے حضرت شیخ نے بہت پسند فرمایا۔

اسی سفر کی واپسی پر تین دن سخت طوفان رہا۔ جسے کہ لوگوں نے کفن نہیں لئے والدہ ماجدہ کے اضطراب کو دیکھ کر بے ساختہ آپ کی زبان سے نکل گیا۔ آپ اطمینان رکھیں خدا کی قسم یہ جہاز نہ ڈوبے گا۔ تاہم آپ کو قسم کھانے پر تشویش لاحق ہوئی، کیونکہ آپ کو حدیث یاد آگئی کہ من یتال عن اللہ یکذبہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا مانگی دربار رسالت سے مدد مانگی، وہ ہوائے مخالف جو تین دن سے شدت سے چل رہی تھی، دو گھنٹہ میں ختم ہو گئی۔

دوسری دفعہ آپ ۱۳۲۲ھ میں حج و زیارت کے لئے گئے۔ جو ایوں کہ براہِ اصل مولانا محمد رضا خاں صاحب بڑے صاحبزادے تھے الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب اور اعلیٰ حضرت کی اہلیہ عمرہ حج کو جانے والے تھے۔ اعلیٰ حضرت انہیں رخصت کرنے لکھنو تک تشریف لے گئے، واپس آئے تو طبیعت مدینہ طیبہ کی حاضری کے لئے بے قرار تھی فرماتے ہیں: ہ

جان و دل ہوش و خروش تو مدینہ پہنچے
تم نہیں چلتے رضا، سارا تو سامان گیا

والدہ ماجدہ سے اجازت لی، اور احباب کے پاس پہنچ کر شریک سفر ہو گئے چونکہ
فرمانی جے تو ادا کر چکے تھے اس لئے اس دفعہ اصل نیت مدینہ طیبہ کی حاضری کی تھی۔ چنانچہ
فرماتے ہیں :-

کعبہ کا نام تک نہ لیا، طیبہ ہی کہا۔

پوچھا تھا جسم سے جس نے کب نہشت کہ عمر کی ہے

ان کے طفیل جے بھی خدا نے کرا دیا،

بصل مراد محسوس ہی اس پاک ور کی ہے

جب جہانزدن کے قریب پہنچا تو آپ نے عمر کی نماز پڑھائی، دوران نماز
ایک سب صاحب نے کہا: قبلہ اس طرف نہیں ہے لیکن اعلیٰ حضرت نے اس کا کچھ
خیال نہ کیا، کیونکہ آپ مؤامرو ہند سے مدین اور کمران کی سمت قبلہ نکال چکے تھے
جب آپ نماز اور وضو سے فارغ ہوئے تو عرب صاحب سے پوچھا، اب سمت
قبلہ کس طرف ہے اور اس سے پانچ منٹ پہلے کس طرف تھی اور حساب کی کرافٹیں
سمجھایا کہ نماز سمت قبلہ پر ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے تسلیم کر لیا۔

جدت پہنچتے ہی آپ کو بخار آگیا۔ تین دن آپ وہیں رہے لیکن بخار تھا کہ جانے
کا نام نہ لیتا تھا۔ سوچا کہ چوتھے دن تو حیدرہ کے کھلے میدان میں رات بسر کرنی ہوگی کیا
حالت ہوگی۔ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی، اے محمد اللہ معاً بخار جاتا رہا۔
جب بقیہ اللہ تعالیٰ تمام مناسک حج بخیر و خوبی ادا ہو گئے تو تیرھویں ذی الحجہ کو بخار خود کرایا
اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اب آیا کیجئے ہمارا کام رب العزت نے پورا کر دیا۔

اس سفر کی تیاری یا ایک خلاف توقع ہوئی تھی۔ مگر مکرر اگر اسکی حکمت ظاہر ہوئی۔

۲۵ رذو الحجہ ۱۳۸۵ھ کو آپ حرم شریف کے کتب خانے میں تشریف لے گئے۔ وہاں
متعدد علماء تشریف فرما تھے۔ مولانا شیخ صالح کمال نے حیب سے پرچہ نکال کر پیش
کیا جس میں علم غیب کے متعلق پانچ سوال تھے دیہی سوال تھے جبکہ جواب شیخ صالح کمال
نے لکھنا شروع کیا تھا مگر علم غیب کے موضوع پر اعلیٰ حضرت کی مسلسل دو گھنٹے کی تقریر سنکر

اسے چاک کر دیا تھا، اور فرمایا، کچھ دیباچوں، مثنوی خلیل احمد، شیخ مثنوی، مثنوی وغیرہ جو بعض
وزراء ریاست اور اہل ثروت کے ساتھ اس موقع پر آئے ہوئے تھے انے شریف کو شریف
علی پاشا کے ذریعے یہ سوال پیش کئے ہیں اور ان کا جواب آپ سے مطلوب ہے۔ اعلیٰ حضرت
نے اسی وقت جواب لکھنے کے لئے قلم دوات طلب کی۔ تشریف فرما تمام علماء نے فرمایا کہ
میں اتنی جلدی جواب کی ضرورت نہیں بلکہ ایسا جواب ہر کتب خانوں کے دانستہ لکھتے ہو جائیں۔
اعلیٰ حضرت نے دونوں کی مہلت سے کہ بخار کی حالت میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا
خان صاحب کو عربی میں جواب لکھوانا شروع کر دیا۔ اسی دوران حضرت شیخ اعلیٰ کبیر العلماء
مولانا شیخ احمد ابوالخیر مراد کو پڑھلا۔ تو انہوں نے پیغام بھیجا کہ میں چلنے سے معذور
ہوں اور آپ کا رسالہ سنا چاہتا ہوں۔ جتنے ورق لکھتے گئے تھے، انہی کو لے کر اعلیٰ حضرت
ان کے پاس چلے گئے۔ انہوں نے رسالہ سن کر فرمایا کہ اس میں علوم خمسہ کی بحث نہیں ہے
اعلیٰ حضرت نے فرمایا، چونکہ یہ بحث سوال میں نہ تھی۔ نیز اس جواب کو بہت جلد مکمل کرنا ہے
اس لئے اس بحث کو شامل نہیں کیا۔ انہوں نے فرمایا میری خواہش سے کہ یہ بحث ضرور آ
جانی چاہیئے۔ آپ نے وعدہ فرمایا اور غصہ جوتے وقت ان کے زانوئے مبارک کو
ٹانگہ لگایا۔ حضرت موصوف نے فضل و کمال اور کبر سنی کے باوجود اسوقت انکی عمر شریف ستر
سال سے زائد تھی، فرمایا: انا اقبل از جکم وانا اقبل لعالکم میں تمہارے قدموں کو
بوسہ دوں، میں تمہارے جوتوں کو بوسہ دوں۔

مختصر یہ کہ آپ نے بخار کی حالت میں مجبوری طور پر صرف آٹھ گھنٹوں میں علم غیب
کے موضوع پر ایک عظیم اور لا جواب کتاب تصنیف فرمادی جس میں بیشمار آیات و احادیث
کے علاوہ علماء امت کے بکثرت اقوال محض خدا دارِ حافظے کی بناء پر بیان کئے۔ یہ آپ کی
زندہ وجاہ و کرامت ہے۔ اس کتاب کا تاریخی نام آپ نے الرد علیٰ المذکبۃ بالامدادۃ
الغیبیۃ رکھا۔

مولانا شیخ صالح کمال نے پہلے خود اس کتاب کا مطالعہ کیا۔ پھر رات کے وقت شریف علی
پاشا شریف مکہ کے سٹ ہی دربار میں پیش کی اور علی اسے اعلان فرمایا: اس شخص (مولانا، محمد رضا)

سنے وہ علم ظاہر کیا ہے جس کے انوار چمک اٹھے، اور جو ہماری خواب میں بھی نہ تھا۔ شریف
مکرم نے اسی رات ایک نصف کتاب پوری توجہ سے سنی اور اس قدر متاثر ہوئے کہ بلند
آواز سے فرمایا: اللہ بے خطی و مظلوم و بیعتوں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو علم غیب
دیتا ہے اور یہ لوگ (دو ابی) انکار کرتے ہیں۔ مجلس برخاست ہوئی۔ شریف کہ وہ نسخہ
اپنے ساتھ ہی لے گئے، جو ابھی کے پاس رہا۔

تمام مکرمہ میں اس عجیب الش کتاب کا چرچا ہو گیا، اور محققین و مستشرقین کے چہروں
پراس پر گئی۔ اب تو مکرمہ مغلطہ کے لوگ بھی ان سے متسخ کرتے کہ اب کچھ نہیں کہتے۔
اب وہ جو شکر کرم کیا، اب وہ مصطفیٰ احمد اللہ تعالیٰ کے لئے علوم غیب ماننے والوں
کو کا کرنا کدھر گیا، تمہارا کفر و شرک تقصیر پر پخت پڑا۔ احمد علمائے اسکی تعقیب لیں اور
طبعی دھوم دھام سے تقریریں لکھیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان میں سے کچھ الدولہ
الملکیہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے استاذ الاستاذ مولانا جمال بن عبد اللہ بن عمر کی رحمتہ اللہ تعالیٰ
علیہ مفتی حنفیہ سے کسی زمانے میں نوٹس کے سائل کے متعلق پوچھا گیا۔ انہوں نے جواب
میں تحریر فرمایا تھا کہ علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے مجھے اسکے متعلق کوئی جزیرہ معلوم
نہیں۔ اسی نوٹس کے متعلق المصنفات سے بارہ سوالات پوچھے گئے۔ آپ نے نہایت
مختصر وقت میں تفصیل کے ساتھ جوابات دیئے۔ اس رسلے کا تاریخی نام: کفایہ الفقہ
الغامض فی احکام قوطا من المد راہم ہے۔ المصنفات ایک دن کتب خانے میں گئے۔ کیا
دیکھتے ہیں کہ ایک شاندار صاحب بیٹھے کفایہ الفقہ کا مطالعہ کر رہے ہیں جب اس مقام
پر پہنچے جہاں المصنفات نے فتح القدر کی یہ عبارت فعل کی ہے کہ اگر کوئی شخص کاغذ کا
ایک ٹکڑا ہزار روپے میں بیچے تو جائز ہے مگر وہ نہیں۔ وہ صاحب پیراک اٹھے، اور
اپنی دان پر اٹھ مار کر کہنے لگے۔

ابن جمال بن عبد اللہ من هذا النص الصریح حضرت جمال بن عبد اللہ
اس نص میرے سے کہاں داخل رہے۔

سے بالی اور بے ثبوتی تو آپ کی طبیعت ثانیہ یعنی کسی کو شریعت کے خلاف کام کرتے دیکھتے
دیکھتے تو فوراً تنبیہ فرماتے اور بلا خوف تردد شدید تنبیہ سے بھی گریز نہ کرتے۔ ایک جمعہ میں آپ
خطیب کے پاس تشریف فرما تھے۔ اس نے خطبہ میں پڑھا وارض عن الامام نبیلک الذکا
حزقہ والعباس والعباس دلت اللہ تو اپنے ہی کے پاکیزہ چچوں حمزہ عباس اور ابوطالب
سے راضی ہو چکا یعنی ابوطالب کا بھی ذکر تھا، یہ نئی بدعت تھی۔ پہلی دفعہ کی حاضری کے موقعہ
پر نہ تھی اور واضح تفادیر بدعت حکومت کی طرف سے تھی۔ المصنفات نے سنتے ہی غمدا بلند
آواز سے کہا۔ اللہ صمدنا حدیثک۔ اے اللہ! یہ اسپندیہ بات ہے یعنی آپ نے
بلکم شریعت بری بات کو زبان سے روکنے کا فریضہ ادا کر دیا۔ جبکہ دیگر حاضرین علماء میں
سے کسی نے بھی اس بات کا نوٹس نہ لیا۔

آپ کی جلالت علمی کو دیکھ کر کھمکھم کر کے تمام علماء غایت احترام سے پیش آئے حدیث
کی سندیں اور طریقت کی اہل تہذیب اور غلامیوں حامل کیں۔

مدینہ طیبہ پہنچنے سے قبل ہی آپ کے علم و فضل کا شہرہ وہاں پہنچ چکا تھا۔ المصنفات مدینہ طیبہ
کی حاضری کے لئے بیتاب تھے۔ لیکن شدید ملازمت سفر میں مانع تھی۔ اور مدینہ منورہ کے علماء
ایک نظر آپ کی زیارت کر لینے کو بے قرار تھے۔ شیخ الدلائل مولانا شاہ عبدالحی ہاجر کی علیہ
الرحمہ کے مخلص شاگرد حضرت مولانا کریم اللہ ہاجر کی علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ ہم سالہا سال
سے مدینہ طیبہ میں مقیم ہیں۔ اطراف و افاق سے علماء آتے ہیں اور جو تیاں چٹھانے چٹے جاتے
ہیں۔ کوئی بات نہیں پوچھتے۔ لیکن المصنفات کے پہنچنے سے پہلے ہی علماء تو علماء اہل بازار
تھک آپ کی زیارت و ملاقات کے مشتاق تھے۔ چنانچہ جب مدینہ طیبہ میں آپ کی حاضری
ہوئی اور آمد کی خبر پڑ چلی تو صبح سے عشاء تک آپ کے پاس علماء مدینہ کا ہجوم رہتا تھا۔
ملاقات و زیارت کرنے والوں کی بھیر بارہ بجے رات سے پہلے ہٹنے کا نام نہ لیتی تھی۔
(سند کوئی قدری سے ملے)

جب آپ مرکز حسن و جمال کی بارگاہ میں دل بے تاب اور روح بے قرار سے کر
حاضر ہوئے۔ اس وقت دل میں یہ قناعت ابھری کہ کاش مجھے اس جمال جہاں آنا کی زیارت

بیداری کی حالت میں ہو جائے خواب میں تو کئی دفعہ زیارت کر چکے تھے) مواجہہ شریف
میں کھڑے ہو کر دیر تک درود شریف پڑھتے رہے لیکن پہلی شب مراد برآئی۔ کیسہ
غافل ہو کر ایک منزل کبھی جس کا مطلع یہ تھا۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں ترے دل لے بہا پھرتے ہیں
آخری شعر میں انتہائی انگساری اور بے کسی کا مظاہرہ فرماتے ہیں۔

کوئی کیوں پوچھے تری بات رضا تجھ سے کتنے ہزار پھرتے ہیں
یہ نزل مواجہہ شریف میں چڑھ کر باب اشعار میں کھڑے ہو گئے کہ قسمت جاگ اٹھی
اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے بیداری میں شرف ہو گئے۔

منصب تجدید

حدیث شریف میں ہے : ان الله يبعث لهذه الامة على راس
كل مائة سنة من يجدد لها امر دينها۔ اللہ تعالیٰ اس امت کے
لئے ہر صدی کے سر پر دین کا مجدد بھیجتا ہے۔ (سنن ابوداؤد، مسند حسن بن علیہ السلام)
مسند کے الحاکم۔ معجم وسط الطبرانی، کمال لابن عدی۔ مسند زرارہ، حلیہ ابونعیم۔ مدخل
تبعیہ مشکوٰۃ شریف وغیرہ

اس حدیث جلیلہ کی شرح میں شیخ الاسلام عبدالحق ابن ابی زرارہ رضی اللہ عنہ نے تصریح فرمائی ہے :
الاشرف میں فرماتے ہیں :

اعلم ان المجدد انما هو بغلبة الظن من عاصره بقرائن احواله
والاستفعا بعلمه ولا يكون المجدد الاعاظم بالعلوم الدينية النظام
والباطنة ناصر الملة قاصدا للبيعة یعنی مجدد کی شناخت حالات کے
قرائن اور اسکے علم کے نفع پہنچانے سے حاصل ہوتی ہے۔ مجدد وہی ہو گا جو علوم
دینیہ ظاہرہ و باطنہ کا عالم و عارف ہو۔ سنت کا مددگار اور بدعت کو اکھڑنے
والا ہو۔

امام علامہ جلال الدین سیوطی مرقاۃ المفرد شرح سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں :

والذي ينبغي ان يكون المبعوث على راس المائة مشهورا معروفا عسارا
اليدوق ان قبل كل مائة منهم يقوم بالامر الدين والعلم بالذکر من القصة المائة وهو حي علم مشهور

یعنی صدی کا مجدد وہ ہونا چاہیے جو مشہور و معروف ہو۔ امور دینیہ میں مشہور
الیہ ہو۔ اس سے پہلے ہر صدی میں مجدد ہوئے ہیں اور طلب یہ ہے کہ
مجدد گذشتہ صدی کے خاتمے پر اپنی زندگی میں شہرت رکھتا ہو۔

حدیث شریف میں ہر صدی میں ایک مجدد کی تشریف آوری کی بشارت سنائی ہے
انہ کر ام پتہ دیتے ہیں کہ گذشتہ صدی کے آخری حصہ میں جبکہ شہرت ہو اور موجودہ صدی میں بھی
مرکز علوم سمجھا جاتا ہو۔ اس کے قدم مجدد کے قدم ہیں

اعلمت کی حیات مبارکہ کا مکمل اندازہ کرنے کے بعد آدمی بلاشبک مشہور اس نتیجے پر پہنچتا
ہے کہ آپ ہی موجودہ صدی کے مجدد تھے۔ تیرہویں صدی کے آخر اور چودھویں صدی کے
ابتداء میں عرب و عجم کے علماء نے آپ کے علمی کئے کو تسلیم کیا آپ کی ہندیا پر ترقیات کے
ساتھ ترقی ختم کر دیا۔ عربین و عجمین کے علماء کے دست اقدس میں اعلیٰ حضرت کا رسا مبارکہ
الاعتقاد مستند ہے۔ وہ عظیم ہستیوں کی زمرہ میں ہیں۔

علامہ کامل، استاد ماہر، ہدیکوں کا خزانہ، علوم کے مشکلات ظاہر و باطن کا کھولنے والا
دریائے فضائل، علامہ علماء کی انکھوں کی ٹھنڈک، امام پیشوا، روشن ستارہ۔ اعدائے
اسلام کے تیغ بڑاں، استاد اعظم، نامور مشہور، بہادر سردار، جلیل القدر، دریائے ذخائر،
بحرنا پیداکنار، کثیر الغنم، بیکاتے زمانہ اپنے وقت کا یگانہ علامہ مکہ ان کے فضائل پر گواہ۔
عربین و عجمین کے علماء کی طرف سے دیئے جانے والے القاب مثلاً نمونہ از خردوارے
کے طور پر چمت، القاب پیش کئے گئے ہیں جن سے بخوبی پتہ چل جاتا ہے کہ ان جلیل القدر
ہستیوں کے دلوں میں اعلیٰ حضرت کی کس قدر تعظیم و محبت تھی۔

مصطفیٰ مولائے خیر الوری صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے احیاء کے لئے آپ کی
بے انتہا کوششیں اور ان گنت تصنیفات کسی باخبر سے مخفی نہیں۔ ایک ہزار کے

ملک بھاگ آپ کی تعصیفات جہاں آپ کی جلالت علمی کی نشاندہی کرتی ہیں وہاں ان سے محبت دینا کی بجائے پناہ گن کا بھی سہ چلے ہے۔ آپ کی تمام تعصیفات میں قدر مشترک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا جلوہ نظر آتا ہے۔ بے دین اور گمراہ فرقوں کی نزدیک آپ نے پوری قوت سے فرمائی اور بے شمار فتنوں کے تابوت پر آخری سیخ نصب کر دی۔

صدور الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہ نے ایک دفعہ عرض کیا کہ آپ بے دینوں کا رہو اس شدت سے دیکھا کریں، تاکہ ہر شخص آپ کی تفسیقات کو دیکھ کر ان سے استفادہ کر سکے۔ انحضرت کی آنکھیں پر ہم ہو گئیں اور فرمایا: مولانا میں ان بے نیکیوں کا رد پوری شدت سے اس لئے کرتا ہوں کہ یہ لوگ دوبار رسالت کی گستاخی کو بھول کر مجھے اپنی غصے و دشمنی کا نشانہ بنالیں۔ مجھے اسکی پروا دوسرگی کہ وہ مجھے کیا کہتے ہیں۔ اتنی دیر تو میرے افتاد مولائی کی گستاخی سے باز رہیں گے۔

آپ کی تصانیف کا سرتاج ترجمہ قرآن مجید ہے، حقیقت یہ ہے کہ اردو زبان میں
 اب تک اس پائے کا ترجمہ نہیں لکھا جاسکا۔ اصل کتاب (قرآن مجید) اگر منزل من اللہ
 ہے تو ترجمہ الہامی معلوم ہوتا ہے۔ اس ترجمے کا نام کنز الایمان (ایمان کا خزانہ) اسم
 مسنی ہے اور کمال یہ کہ آپ حضرت صدر الشریعہ مولانا عبدعلی صاحب کو اس دعائی سے ترجمہ
 لکھاتے جیسے حافظ قرآن مجید پڑھا کرتے ہیں۔

تاج کھپنی سے یہ ترجمہ تفسیر "خزان العرفان" از مولانا فضل مولانا نعیم الدین صاحب راولپنڈی قدس سرہ شائع کیا تو مخالفین کے ہاں صغیر نام چھو گئی کہ اس ترجمہ تفسیر کی وسیع چھاپے پر شامت ہوگی اور صاحب را خود ساختہ سرچاپے پر عمت مذہب بے نقاب ہو کر رہ جائے گا۔ گنگوڑ کے مولوی سر فراز صاحب صفدر نے "تنقیح متین بر تفسیر نعیم الدین" لکھ کر اپنے ذیل کی خبر اس نکالی اور تحریف و ضیانت کا حق ادا کر دیا۔ علمائے اہلسنت کی شان میں تازیبا کلمات استعمال کرنے کا نہایت گھٹیا طریقہ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت علامہ صاحب انصاف و البیان ابو الوفاء مولانا نظام رسول صاحب مسجدی کو کراہیوں نے بے اندازہ مصروفیات کے باوجود ایک مبسوط تحقیقی کتاب "توضیح البیان

ظفر ان العثمان " لکھ کر سرفراز صاحب کے تار و پود کو کچھ کر رکھ دیا ہے۔ یہ پاکیزہ کتاب مکتبہ نعیمیہ لاہور کے حروف سے شائع ہو کر فخر و ناز اہل بصیرت کو چکی ہے۔

اعلیٰ حضرت کی ایک ہزار کے لگ بھگ تصنیفات میں فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدیں شہادتِ ابدیٰ رکھتی ہیں جس میں آپ نے ہزاروں مسائل کی وہ نقیصہ تحقیق و تفتیش فرمائی ہے کہ نایدوستِ ایدل

دو قومی نظریہ کی بنیاد

ہمارے اکثر و بیشتر مؤرخین کی ستم غلطی اور سید زوری اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ جو لوگ انگریزوں کے اشاروں پر شب و روز معروف کاردار کرتے تھے اور انہی کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دے کر افراق و انتشار پھیلاتے تھے۔ علیہ مسلمانوں کے خون میں ناکھ دنگ کر سرت محسوس کرتے تھے، آج انہیں شہید اور مجاہد جیسے القاب سے مشہور کیا جاتا ہے، اور وہ لوگ جو کانگریس کے ہرے بکر بندوں کی خیر خواہی اور غلامی، مسلمانوں کی دشمنی اور بدخواہی میں پوری قوت صرف کیا کرتے تھے انہیں قوم کے زور اور پریس کی قوت کے ذریعے مسلمانوں کا محسن اور وطن عزیز پاکستان کا بانی قرار دینے کی پوری کوشش کی جاتی ہے۔

اس کے برعکس وہ حضرات جنہوں نے بیابانِ دل کفار سے نفرت دلائی اور ان کی تعظیم نہ کرنے کا سبق سکھایا، اور وہ حضرات جنہوں نے پاکستان کے جانے اور اسلامی ملک کے حاصل کرنے کے لئے سر و حرکت بازی لگادی۔ انہیں تعصب اور تنگ نظری کی بنا پر تاریخ کے اوراق میں جگہ دینے سے بھی گریز کیا گیا۔ بلکہ یہ کوشش کہ کسی کو صفحہ تر قاس پر ان عظیم حاشیہ سازوں کا ذکر بھی نہ کرنے پائے۔

مشترکہ کے بعد ہندوؤں نے میدان سیاست میں قدم رکھا اور مسلمانوں کو یہ کہہ کر اپنے ساتھ جانے کے لئے ٹھک دو اور شروع کر دی کہ ہندو مسلم بھائی بھائی ہیں۔ ہمیں مشترکہ طور پر انگریز کے شیطانے پیچھے سے نجات حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرنی

سچا بیٹے۔ سادہ لوح مسلمان اور بھنگا کرتے ہوئے سکون کے دلدادہ علما۔ گاندھی کی چال میں انگریزوں کے سمجھوتہ بن گئے اور انھیں دل و جان سے پسند کرنے لگ گئے۔ حتیٰ کہ گاندھی کو منبر پر بٹھا کر خود نیچے بیٹھ کر مسجدوں میں اس کی تقریریں سننے لگ گئے۔ یہ نہ سمجھے کہ کافروں سے مسلمانوں کی دوستی کیسی، اور ہندو ایسے مکار دشمن سے راہ و رسم اور ان کی اقتدار کیسی؟

ایسے تاریک ماحول میں سب سے پہلے جو روشنی چمکی اور گو غیب ارکان انگریز وہ علم و عرفان کے گہوارے سے برقی سی لٹکی تھی۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے فرمایا،

”جب ہندوؤں کی خلائی ٹھہری۔ پھر کہاں کی غربت اور کہاں کی خودداری۔ وہ انھیں بیچہ جانیں بھنگی بائیں، مٹھا، پاک ہاتھ جس چیز کو لگ جائے، گندی ہو جائے۔ سودا بیچیں تو دور سے ہاتھ میں ڈال دیں۔ پیسے لیں تو دور سے یا پٹکھا وغیرہ پیش کر کے اس پر رکھ وائیں، حالانکہ حکم قرآن خود ہی تجس میں اور تم ان تجسوں کو مقدس و معہرست اللہ میں سے جاؤ، جو تمھارے ماتھار کھنے کی جگہ ہے۔ وہاں ان کے گندے پاؤں رکھو اور منکر تم کو اسلامی جس ہی ذرا۔ محبت مشرکین نے اندھا بہر کر دیا، ان باتوں کا ان سے کیا کہنا جن پر حبش الشیء یعنی ویصم کارنگ بھر گیا۔ سب جانے دو خدا کو منہ دکھانا ہے یا ہمیشہ مشرکین ہی کی چھاؤں میں رہنا ہے۔ جواز خدا تو یوں کو کوئی کافر مشاک اسلام لانے یا اسلامی تبلیغ سننے یا اسلامی حکم لینے کے لئے مسجد میں آئے یا اس کی اجازت تھی کہ خود سر مشرکوں، تجس بیت پرستوں کو مسلمانوں کا واعظ بنا کر مسجد میں لے جاوے اسے مسند مصطفیٰ علیہ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بٹھاؤ؟ مسلمانوں کو نیچا کھڑا کر کے اس کا وعظ سناؤ۔ کیا اس کے جواز کی کوئی حدیث یا کوئی فقہی روایت تمہیں مل سکتی ہے؟ حاشا! حاشا! فتنہ انصافہ! کیا یہ اللہ و رسولی سے آگے بڑھنا، شرع مطہر پر افتراء دھرنا، احکام الہی دانستہ بدنام، سؤ کو بکری بنا کر ننگا نہ جوگا؟ (الحجۃ المزمتمہ ص ۵۷)

یہ لکار علماء کے اس گروہ سے تھی، جنہوں نے گاندھی کو جامع مسجد خیر الدین امیرت میں منبر رسول پر بٹھایا اور دعا کی کہ ”اے اللہ تو گاندھی کے ذریعے اسلام کی امداد فرما“۔ بلکہ ایک لیڈر نے تو یہاں تک گوہر انشائی کی کہ ”زبان بے پکار نے سے کچھ نہیں ہونا بلکہ اگر تم ہندو عیسائیوں کو راضی کرو گے تو خدا کو راضی کرو گے“ (دعوت باللہ من ذلک) اعلیٰ حضرت کے رفقا اور خلفائے دولتی نظریے کا پوری طرح پرچار کیا۔ اور تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ کے خلفاء صدر الانا فضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی اور حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی رحمہما اللہ تعالیٰ نے تحریک پاکستان کو کامیابی سے پہنچانے کے لئے آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد رکھی۔ انہی حضرات کی انتھاک کو مششوں کا نتیجہ تھا کہ موجودہ پاک و ہند کے ہر شہر میں اس کی شاخیں قائم کی گئیں۔ مسئلہ میں بنارس میں کانفرنس منعقد ہوئی۔ تو پانچزار کی کثیر تعداد میں علماء و مشائخ نے شرکت کی اور اسلام کے لئے ملک پاکستان حاصل کرنے کے لئے زندگیاں وقف کرنے کا عہد کیا۔

تحریک پاکستان کے تائید جس بے باکی اور ہمت سے علماء نے اہل سنت نے کی اس کی نظیر نہیں مل سکتی حضرت صدر الانا فضل نے تو مولانا ابوالحسنات قادری رحمہ اللہ تعالیٰ سے اپنے عزم کا اظہار ان الفاظ میں کیا تھا کہ

پاکستان کی تجویز سے ”جمہوریت اسلامیہ“ زائل آئی یا سنی کانفرنس کا دو سرنام ہو کسی طرح دست بردار ہونا مقصود نہیں خود چاہ اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں

حق یہ ہے کہ علماء اہل سنت اور زعمائے ملت کی ذریعہ نگاہی کی داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے ہر نازک مرحلے پر نہایت موزوں طریقے سے قوم کی راہنمائی کی اور بروقت قوم کو گمراہی کے گڑھے میں گرنے سے بچایا اور مخالفین کی کسی چال میں نہ آئے۔ ۱۹۴۷ء میں کچھ ہندوؤں نے ایک استفتاء مرتب کر کے زید و عمرو کے ناموں سے علماء کی خدمت میں بھیجا سوال میں اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ عید قربانی کے موقع پر چوپائے گائے کی قربانی فساد کی موجب ہے اور اس کی وجہ سے امن عامر میں غفلت آتا ہے اسلئے اگر مسلمان گائے کی قربانی

چھوڑ دیں تو کیا سچ ہے۔

بعض علی راس چال میں آگئے اور انہوں نے کھد دیا کہ اس میں کوئی خراج نہیں ملتا۔ اہل سنت و جماعت نے دلائل طریقے سے بیان فرمایا کہ شریعت نے جو سبب اختیار دیا ہے اس سے نادمہ امتحانے کا ہمیں حق ہے۔ نئے کا خوف ہو تو حکومت کی قوت کو اس طرف متوجہ کرنا چاہیے ہندو کے لیے نظایا خوف کا دہر سے اپنے دینی حق سے باز رہنا ہرگز جائز نہیں۔

چند سال بعد پھر سوال ہوا احسان شریعت نے پھر یہی جواب دیا اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خان صاحب کا رسالہ مبارکہ الفلسۃ الفکر فی قریبات المقدر کا مطالعہ کیجئے اس کے ساتھ ساتھ اگر مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب کھنوی کا بھی مطالعہ کیا جائے تو مذکورہ بالا بیان کھل کر سامنے آجائے گا۔

شہید محبت کا آخری سفر

اعلیٰ حضرت کی طبیعت مبارکہ طویل ہوئی تو علاج معالجے کے باوجود علالت بڑھتی ہی گئی آپ نے اپنی وفات سے ۲ گھنٹے پہلے منٹ قبل ایک وصیت نامہ لکھا جس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ

رضا حسین حسین اور تم (صحابہ اولیٰ سے خطاب) سب محبت و اتفاق سے ہو

اور ستمی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے

ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اللہ توفیق

دے۔ والسلام (وصایا شریف)

اس پر بعض غافلین تعصب کے عینک رنگ کر دیکھنے والے بہت جیس برہمن ہوتے ہیں۔ تعجب ہے کہ مخالفین تمام عروجِ اہیت کا پرچار کرتے رہتے ہیں بلکہ چاہتے ہیں کہ کوئی پیسے لے کر بھی دہائی ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت دین میں بنی محبت و عقیدت کے جامع مسلک اہل سنت و جماعت پر قائم و ثابت قدم رہنے کیلئے وصیت کرتے ہیں تو غافلین بے حرک اٹھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی آخری مجلس کی گفتگو کا ایک حصہ ملاحظہ ہو۔

وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول کی سچی محبت ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تحریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظّم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ سے کھٹی کی طرح نکال کر پھینک دو میں پونے چودہ برس کی عمر سے یہی تیار رہوں اور اس وقت بھی یہی عرض کرتا ہوں۔ (وصایا شریف)

اعلیٰ حضرت نے وصیت میں یہ بھی فرمایا کہ اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو سہیت میں دو تین بار مرض کی برائی، مرغ بلاؤ وغیرہ چیزیں قافہ کے طور پر بھیج دیا کریں۔

مبتدین معاندین اس پر بھی ہرزہ سرائی کرتے ہیں حالانکہ اعلیٰ حضرت جو اپنی حیات مبارکہ میں طرح طرح سے فقرار اور غبار کی ادا فرماتے رہے آخری وقت بھی انہیں رہ رہ کر غبار کا خیال آتا تھا۔ مگر بڑا ہوسیدہ زوری اور غنا و کا کہ وہ اس کا خیر کو بھی تحسین کی نگاہ سے دیکھنے کے لئے تیار نہیں۔ جبکہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی امت و دیوبند کے حکیم علی الاطلاق دنیا سے رخصت کے وقت وصیت فرما رہے ہیں کہ میری بیگم صاحبہ کا خیال رکھنا۔ مریدین اور مستقرین فقوڑا فقوڑا چند ہی جمع کر لیا کریں تو ان کا کام ہو جائے گا۔ ناظرین بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ تمام زندگی فقرار و غبار کا خیال رکھنے والے بلکہ معاند کے وقت بھی انہی کا احساس رکھنے والے اور سدا زندگی اور موت کے وقت بیوی کا غم کھانے والے میں کس قدر فرق ہے۔ ہیں اس بارے میں کچھ کہنے کا ضرورت نہیں۔

۲۵ صفر ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۹۲۸ء کو جمعہ مبارکہ کے دن وداع کر کے ۲ منٹ پر عین اذان کے وقت اور صبحی علی الفلاح کی پکار سن کر اچھڑا کتب جہان تاب ہماری ظاہری نظروں سے اوجھل ہو گیا پھر ہمارے ایک نور کا شعلہ لپکا اور اعلیٰ حضرت اس دایہ فانی سے کوچ کر کے اپنے رب قدیر کے دربار میں حاضر ہو گئے۔

چونکہ آپ پہلے ہی وصال محبوب کی بشارت پا چکے تھے اس لئے وقت وصال چہرہ

انور پر کلفت کی بجائے مسرت و خوشی کی چمک نظر کر ہی تھی۔ علامہ اقبال نے ایسے ہی حضرات کے متعلق کہا تھا۔

نشانِ مردِ مؤمن با تو گویم

چو مرگ آید تبسم برب دوست

علامہ حضرت نے اپنی وفات سے چار ماہ بائیس دن پہلے خود اپنے وصالی کی خبر دی تھی اور اس آیت مبارکہ سے اپنے وصالی کی تاریخ استخراج فرمائی تھی۔

و یطاف علیہم بانیۃ من فضیلة و اکواب

(یعنی خدام چاندی کے پیالے اور گلاس لئے انہیں گھیرے ہوئے ہیں)

حدث کچھ چھپوئی فرماتے ہیں کہ جب حضرت والد ماجد نے آپ کی وفات حضرت آیت کی خبر سنی تو بے ساختہ زبان پر آگیا

بسم الله الرحمن الرحيم

ابجد کے لحاظ سے حساب کیا گیا تو آپ کی تاریخ وصالی (۱۳۴۲ھ) تھی۔

شمسی سال کے اعتبار سے آپ کی تاریخ وفات حسب ذیل تھی۔

احمد علی بن عبد المصطفیٰ احمد رضا علیہ الرحمہ

علامہ حضرت بارگاہ رسالت میں

ادھر ۲۵ صفر ۱۳۴۲ھ کو اس وارثانی سے رخصت ہو رہے ہیں اور ایک شاگرد جگ چیک سنی تاریخ کو بیت المقدس میں خواب دیکھ رہے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ حضرت صاحبِ کرم رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاضر دربار ہیں مجلس پر کون طاری ہے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ کس آنے والے کا انتظار ہے۔ وہ شاگرد بزرگ بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں خدائے الہی و احمی میرے ماں باپ آپ پر قربان کس کا انتظار ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا احمد رضا کا انتظار ہے۔ انہوں نے عرض کی احمد رضا کون ہیں حضور نے فرمایا ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔

بیداری کے بعد پتہ چلا کہ علامہ حضرت احمد رضا ہندوستان کے رہنے ہیں جلیل القدر عالم ہیں اور اب تک بقید حیات ہیں پھر تو وہ شوقِ ملاقات میں ہندوستان کی طرف چل پڑے بریلی پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ آپ جس حب رسول کی ملاقات کو تشریف لائے ہیں۔ وہ ۲۵ صفر ۱۳۴۲ھ کو اس وارثانی سے رخصت ہو چکے ہیں۔

مشہور ہے کہ علامہ شرف الدین بوہڑی رحمہ اللہ تعالیٰ کو دربار رسالت میں تصدیق خوانی کی بدولت چار دربار کرامت کی گئی تھی۔ حضرت شیخ سعدی کو نعمتِ خوانی کی برکت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو موردِ چیل جھلنے کی سعادت ملی تھی۔ علامہ حضرت کو تمام زندگی محبت رسول میں مشغول رہنے اور دروس دینے کی وجہ سے نہ معلوم کیا کیا فیوض و برکات حاصل ہوئے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ محبوب رب العرش صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے حب صادق کا بغض نفیس اختیار فرما رہے ہیں۔

لے خداوند عالم اور اے شہنشاہ مطلق فقیر پر تقصیر کا گزارش ہے کہ

احب الصالحین ولست منهم

لعل الله يبرزني صلاحاً

اپنے حبیب حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبول اور اس مردِ کامل کے طفیل ہمیں اتباعِ سنت اور اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی محبت نصیب فرما اور اپنے دینِ متین کی خدمت سے سرفراز فرما۔ اے خالقِ کائنات ہماری جملہ تقصیرات کو اپنے لطیف کرم سے درگزر فرما اور ہمیں اس مردِ کامل کی تعلیمات کو عام کرنے کا توفیق رفیق عطا فرما۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

وبارکات و سلم

محمد عبد الحکیم شرف لاہوری قادری بریلوی

صدر مدرس دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ

ذاتِ علم جمعیت علمائے سرحد پاکستان۔ ہری پور

ہزارہ

علم اور علماء کی فضیلت سے متعلق رسالہ مبارکہ

فضل العلم والعلماء

از افلاک

رئیس التکلمین رئیس المدقین مولانا شاہ نقی عسلی خان
والد ماجد اعلیٰ حضرت قدس سرہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعِلْمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ

بعد حمد و صلاۃ کے واضح ہو کر یہ چند فضائل و فوائد علم و دین کے واسطے ترغیب
مومنین کے لکھے جاتے ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں علم مدار کار اور
قطب دین ہے فی الواقع کوئی کمال دنیا و آخرت میں ہے اس صفت کے حامل
اور ایمان ہے اس کے کامل نہیں ہوتا

کہ بے علم نتوان خدا را شناخت

اسی جگہ سے کہتے ہیں کہ کوئی راہ جناب احدیت کی طرف علم سے عریض تر
اور کوئی چیز خدا کے نزدیک جہل سے بدتر نہیں العبد باب اللہ الاضرب و

الجہل غلظہ حجاب بینک و بین اللہ علم موجب حیات بلکہ عین حیات اور
جہل مورث موت بلکہ خود موت ہے و لنعم ما قیل لا تعجب علی الجہول حلیتہ
فذلک مبین و ثوبہ کفین اگر خدا کے نزدیک کوئی شے علم سے بہتر ہوتی آدم
علیہ السلام کو مقابلہ ملائکہ میں دی جاتی۔ تسبیح و تقدیس فرشتوں کی علم اسماء
کے برابر نہ مٹھری علم حقائق و دیگر علوم و دینیہ کی بزرگی کس مرتبہ میں ہوگی
قیاس کن زنگستان من بہار را

اللہ جل جلالہ و عظم نوالہ فرماتا ہے :

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ
نَاقِيَاتٌ بِالْقِسْطِ

گواہی دی اللہ نے کہ کوئی بندگی کے لائق نہیں سوا اُس کے اور فرشتوں
نے اور عالموں نے وہ با انصاف ہے :

اس آیت سے تین فضیلتیں علم کی ثابت ہوئیں اول خدا کے عزوجل نے علماء
کو اپنے اور فرشتوں کے ساتھ ذکر کیا اور یہ ایسا مرتبہ ہے کہ نہایت نہیں رکھتا
دوم اُن کو فرشتوں کی طرح اپنی وحدانیت کا گواہ اور اُن کی گواہی کو وجہ ثبوت الوہیت
قرار دیا سوم اُن کی گواہی مانند گواہی ملائکہ کے معتبر مٹھرائی۔ دوسری آیت میں اپنی
اور عالم کی گواہی کو کافی فرمایا

قَسَمَ كُنْ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَ كِلَا عِلْمِ الْكِتَابِ
کہہ کافی ہے اللہ گواہ میرے اور تمہارے بیچ میں اور وہ شخص جس کے
پاس علم کتاب کا ہے۔

تیسری آیت

يَسِّرْهُ اللَّهُ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَيُعِزَّهُ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَيُخَفِّضْهُ لِلَّذِينَ آمَنُوا
یعنی اللہ تعالیٰ ہند کرے گا اُن لوگوں کے جو ایمان لائے تم میں سے اور اُن کے
جن کو کم دیا گیا ہے درجے

یہاں سے ثابت ہوا ہے کہ علم ایمان کی طرح بلند ہی مراتب کا سبب ہے جو صحیح ایت
وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْعِلْمِ يُعْتَبَرُونَ أَمْثَلُ مِنْ مِثْقَلِ ذَرَّةٍ وَ هَـ
بَيِّنٌ كَرُورٌ أَوْ تَوَالِدٌ كِتَابٍ

اور بچے لوگ علم میں کہتے ہیں ہم ایمان لانے سب بارے رب کے پاس سے
ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے ۔

یہ ایت اہل علم کے کمال ایمان و عقل اور نہایت انقیاد پر دلالت کرتی ہے۔ پانچویں آیت
إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ
جزیں نیست کہ ڈرتے ہیں اللہ کے بندوں میں سے علماء

اور وجہ اس حصر کی ظاہر ہے کہ جب تک انسان خدا کے قہر اور بے پرواہی اور
احوال و دوزخ اور احوال قیامت کو تفصیل نہیں جانتا حقیقت خوف و خشیت کی اس

کو حاصل نہیں ہوتی اور تفصیل ان چیزوں کی علم کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ چھٹی آیت
وَالَّذِينَ كَفَرُوا أُولَئِكَ سَيُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِالْحَبِيبِ وَأَسْفَلَ سَافِلِينَ
نکاح سوسو

لیکن ہوا جو اتم اللہ والے بسبب کتاب جاننے تمہارے اور بسبب درس کرنے
تمہارے کے ۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ مقتضائے علم یہ ہے کہ آدمی تمام عالم سے علاقہ قطع کر کے خدا ہی کا
ہو جاوے اور اسی سے کام رکھے اسی واسطے عالم کو مولوی کہتے ہیں منسوب بولی یعنی اللہ
والا ۔ ساتویں آیت

مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا
جو حکمت دیا گیا بہت بھلائی دیا گیا

اور ظاہر ہے کہ جو بہت بھلائی دیا گیا اس کا مرتبہ بھی بہت بڑا ہوگا آٹھویں آیت
وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لَضَرِبَ لَكُمْ أَنْتُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْجَوْنَ
یہ کہادیں بیان کرتے ہیں ہم لوگوں کے لئے اور نہیں سمجھتے ان کو مگر جاننے والے

اس ایت سے ثابت ہوا کہ کلام الہی کے مجید اور خدا کی باتوں کے اسرار علم کے سوا کوئی
نہیں جانتا۔ نویں آیت

قَالَ الَّذِينَ آمَنُوا أَتُعَذِّبُونَ آلِهَةً خَيْرٌ لَكُمْ أَمْ لَا وَتَعْلَمُونَ
کہا ان لوگوں نے جو علم دے گئے خزانہ تم پر ثواب خدا کا بہتری اس کے لئے جو
ایمان لانے اور اچھا کام کرے ۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ قدر و منزلت دار آخرت کی علم ہی خوب جانتے ہیں دسویں آیت
قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ
تو کہہ کیا برابر ہیں وہ لوگ کہ جانتے ہیں اور وہ لوگ جو نہیں جانتے

یعنی جاہل کسی طرح عالم کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ ترقی نے روایت کیا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر ہوا ایک عابد و سراسر عالم آپ نے فرمایا
فَضَّلْتُ الْعَابِدَ عَلَى الْعَالِمِ كَفَضَّلْتُ عَلِيَّ أَوْ تَاكُفَّرُ
بزرگ عالم کی عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے کتر پر
اور وار د ہوا کہ جب پروردگار قیامت کے دن اپنی کرسی پر واسطے فیصلے بندوں
کے بیٹھے گا۔ علم سے فرمائے گا

إِنِّي لَسَأْجِلُ عِلْمِي فَجَعَلْتُكَ أَكْذَابًا أَرِيدُ أَنْ أَخْفِيكَ لَكُمْ
وَأَبَايَ ۔

خلاصہ معنی یہ ہے کہ میں نے اپنا علم و حکم تم کو صرف اسی بارود سے غایت کیا کہ تم کو
بخش دوں اور مجھ کو چھپا دوں ۔ یہی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں اللہ بڑا جواد ہے اور میں سب آدمیوں میں بڑا سخی ہوں اور میرے بعد ان میں
بڑا سخی وہ ہے جس نے کوئی علم سیکھا پھر اس کو چھپا دیا۔ نوہم نے روایت کیا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن علم کی دو باتوں کی سیوا ہی اور شہیدوں کا خون
تولا جائے گا و دشمنی ان کی دو باتوں کی شہیدوں کے خون پر غالب آنے گی ۔ احیاء العلوم میں
مروار روایت کرتے ہیں کہ خدا نے تعالیٰ قیامت کے دن عابدوں اور مجاہدوں کو حکم دے گا بہشت

میں جاؤ علم و معرفت کریں گے الٰہی انہوں نے ہمارے بتلانے سے عبادت کی اور جہاد کیا حکم ہو گا
تم میرے نزدیک بعض فرشتوں کے مانند ہوشیاری سے کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہو پس
شفاعت کریں گے پھر بہشت میں جاویں گے اور حدیث شریف میں آیا کہ جو شخص طلب علم میں مصروف
گا خدا سے ملے گا وہاں ایک آس میں اور یہ فرشتوں میں درجہ نبوت کے سوا کوئی درجہ نہ ہو گا اور حدیث
میں آیا ہے جو شخص ایک باب علم کا اور دلی کے کھانے کیلئے سیکھے اس کو ستر صد یقین کا اجر دیا جاوے
اور معالم التزیل میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص طلب علم میں سفر کرتا
ہے فرشتے اپنے باندوں سے اس پر سایہ کرتے ہیں اور پھیلیں دریا میں اور آسمان و زمین اس کے
حق میں دعا کرتے ہیں۔ امام غزالی نے روایت کیا کہ عالم کو ایک فقرہ دیکھتا سال بھر کی نماز و روزہ
سے بہتر ہے بخاری اور ترمذی نے بسند صحیح روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
مَنْ شَرِبَ مِنَ الْكَلَامِ يَنْفَعَهُ فِي السَّاعَةِ

خدا نے تعالیٰ مجھے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اُسے دین میں دانستہ منکر کرتا ہے۔

اشباہ و انظائر میں لکھا ہے کہ کوئی آدمی اپنے انجام سے واقف نہیں ہو تا سوا فقیہ کے کہ باخبر خبر
صادق جانتا ہے۔ اس کے ساتھ خدا نے بھلائی کا ارادہ کیا ہے وہ حقار میرا اسمعیل بن ابی رجا
منقول ہے کہ میں نے امام محمد کو خواب میں دیکھا حال پوچھا کہا مجھے خدا نے بخش دیا اور فرمایا اگر میں
تجربہ پر غلب کرنا چاہتا علم منایت فرماتا ابو داؤد نے ابو داؤد وارضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص طلب علم میں ایک راہ چلے خدا اسے بہشت کی دھاریں سے
ایک راہ چلا دے گا اور بیشک فرشتے اپنے بازو عطا علم کی رضا مندی کے واسطے بچھاتے ہیں اور
بیشک عالم کے لئے استغفار کرتے ہیں سب زمین والے اور سب آسمان والے یہاں تک کہ چھپنیاں
پانی میں اور بیشک فضل عالم کا عابد پرایا ہے جیسے جو دھوین دات کے چاند کی بزرگی سب ستاروں
پر اور بیشک علم و دانش انبیاء کے ہیں اور بیشک پیغمبروں نے درم و دنیا میراث نہ چھوڑی علم کو میراث
چھوڑا ہے پس جو علم حاصل کرے اس نے بڑا حصہ حاصل کیا اور صحیح مسلم کی حدیث میں وارد ہو کہ جو
شخص طلب علم میں کوئی راہ چلے گا خدا اس کے لیے بہشت کی راہ آسان کرے گا اور جب کچھ لوگ خدا
کے گھروں سے کسی گھر میں جمع ہو کر کتاب اللہ پڑھتے ہیں اور آپس میں درس کرتے ہیں ان پر سیکھنے

نازل ہوتا ہے اور محنت ان کو طحاں پہنچتی ہے اور فرشتے ان کو ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں
اور خدا اپنے پاس والوں کے سامنے ان کا ذکر کرتا ہے یعنی فرشتوں پر ان کی خوبی اور اپنی
رضا مندی ان سے ظاہر فرماتا ہے۔ اور ابو داؤد و رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے عالم کی مجلس میں
حاضر ہونا ہزار نعمت نواز اور ہزار پیادوں کی عبادت اور ہزار جنازوں پر حاضر ہونے سے
بہتر ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اور قرأت قرآن بھی کیا عالم کی مجلس میں حاضر ہونا قرأت
قرآن سے بھی افضل ہے فرمایا آیا قرآن نے علم کے نفع بخشتا ہے یعنی فائدہ قرآن کا بے علم
کے حاصل نہیں ہوتا۔ امام حمی السنہ بغوی معالم التزیل میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں ایک فقیہ شیعہ طائ پر ہزار عابد سے زیادہ جاری ہے اور درجہ اس
کی ظاہر ہے کہ عابد اپنے نفس کو دوزخ سے بچاتا ہے اور عالم ایک عالم کو عبادت فرماتا ہے
اور شیعہ طائ کے کمر و قریب سے آگاہ کرتا ہے اور ترمذی کی حدیث میں ہے ہر متقی اللہ
اور اس کے فرشتے اور سب زمین والے اور سب آسمان والے یہاں تک کہ چھوٹی اپنے
سوداخ میں اور یہاں تک کہ چھٹی یہ سب درود بھیجتے ہیں علم سکھانے والے پر جو لوگوں
کو بھلائی سکھاتا ہے۔ امام غزالی احیاء العلوم میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں نزدیک تر لوگوں کے درجہ نبوت سے علم و عبادت میں یعنی ان کا مرتبہ
پیغمبروں کے مرتبہ سے بہ نسبت تمام خلق کے قریب ہے کہ اہل علم اس چیز پر جو پیغمبروں نے
ولایت کرتے ہیں اور اہل جہاد اس چیز پر کہ پیغمبروں نے۔ تنواریں سے لڑتے ہیں۔ مسلم کی
حدیث میں ہے کہ جب آدمی مرتا ہے اس کا اعلیٰ منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر تین چیزوں سے
کوئی حد قہ جاریہ چھوڑ گیا یا ایسا علم جس سے لوگوں کو نفع ہو یا لڑکا صالح کہ اس کے واسطے
دعا کرے یعنی تین چیزوں کا فائدہ مرنے کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام سے
ارشاد ہوا ہے ابراہیم میں عظیم ہوں پر عظیم کو دوست رکھتا ہوں یعنی علم میری صفت ہے اور جو
میری اس صفت پر ہے وہ میرا محبوب ہے۔ مولیٰ علی فرماتے ہیں کہ عالم روزہ دار شب بیدار بچاؤ
سے افضل ہے۔ کسی نے حجتہ ابو بکر سے پوچھا کہ فقیہ کو قرأت قرآن بہتر ہے یا درس فقہ فرمایا ابو بکر
سے منقول ہے کہ ہمارے اصحاب کی کتابوں کو بغیر قصہ سیکھنے کے دیکھنا شب داری سے بہتر ہے

ابو ذرؓ اور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے ایک مسئلہ سیکھنا راستہ ہر کی عبادت سے زیادہ عزیز ہے۔
 عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہزار عابد کا نام اکیلے صائم اتنا ہر کام نہ ایک حاکم کی کہ خدا کے حلال و حرام پر
 صبر کرتا ہے۔ موت کے برابر نہیں۔ امام غزالی لکھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں عالم باعمل
 کو ملکوت آسمان میں عظیم یعنی بڑی شخص کہتے ہیں۔ اسی طرح فضائل و فوائد اس صفت کے اعتباراً
 انہار میں بے شمار وارد ہیں صرف یہ بات کہ وہ صفت جناب احدیت اور حضرت رسالت
 کی ہے اس کی فضیلت میں کفایت کرتی ہے بھلائی دونوں جہان کے علم سے حاصل ہوتی ہے اور
 سعادت داریں جو سید اس صفت کے لائق آتی ہے جاہل و تحقیق جہان مطلق ہے کہ
 فضل انسان کی ناطق ہے پس آدمی کو لازم ہے کہ اس دولت عقلی کے تحصیل میں کوشش کرتا
 رہے اور اس کے فوائد کو دریغ کرے اور فوائد اس صفت کے لائق ہیں۔ مانع اول شیطان کہ
 جس قدر عبادت علم سے رکھتا ہے۔ اور صفت سے نہیں رکھتا اور جس قدر دوست سے اس کام
 سے روکنے کے لئے دل میں ڈالتا ہے کسی کام سے روکنے کے لئے نہیں ڈالتا مگر طریق دفع اس
 کا سہل ہے کہ جب مسلمان علم کی فضیلت و بزرگی اور طلب علم کے ثواب کے شہر اس کا ذکر بڑا
 نفور کرے گا شیطان کی بات ہرگز نہ سنے گا آئیں و حدیث کے مقابلہ میں اس ملعون کا وسوسہ
 کیا اعتبار رکھتا ہے۔ دو تم نفس کہ صفت و مشقت سے متنفر اور آزمائش و راحت کی طرف
 مائل ہے لیکن جب آدمی خیال کرتا ہے کہ دنیا دار فانی اور آخرت عالم جاودانی ہے اگر یہاں
 طلب علم میں غفلت و کوتاہی صفت کہ ہزاروں مصلحت و کیفیت سے خالی نہیں اختیار کروں گا اس
 عالم میں بڑے بڑے مرتبے پاؤں گا تو صفت و مشقت اُسے سہل ہو جاتی ہے یہاں تک کہ
 بعد ایک عرصہ کے ایسا مزہ اور لطف حاصل ہوتا ہے کہ اگر ایک روز کتاب نہیں دیکھتا دل
 بے چین ہو جاتا ہے۔ سو تم غفلت کہ تعلق اس سے تحصیل علم کو مانع ہوتا ہے لیکن ابتداء میں
 متوثر و دقت اس کام کے واسطے خاص کر سکتا ہے اور جب کیفیت علم کی حاصل ہوتی ہے
 از خود کتاب کے ساتھ تمام عالم سے نفرت ہو جاتی ہے۔

ہنشینے براکتا ب عفاہ کہ مصائب بود گہر و بیگاہ
 اینچنین ہدم و نسیق کردید کہ زنجیر و ہم زنجار نسید

مانع چہارم طلب عزت اور اس نے تامل سے ظاہر ہوتا ہے کہ عزت دنیا کی عزت آخرت
 کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتی جو شخص دنیا کے لئے علم کو کہ عزت آخرت کا سبب
 ہے ترک کرتا ہے درحقیقت اپنی جان و قسمت میں ڈالتا ہے اور جو علم کو دنیا کی جاہ و
 حشمت پر ترجیح دیتا ہے خدا کے عطا و جل اسے دنیا کی عزت بھی عنایت کرتا ہے۔
 ابوالاسود کہتے ہیں کہ علم سے کسی چیز کی عزت زیادہ نہیں بادشاہ سب لوگوں کے حاکم ہیں
 اور علما بادشاہوں کے دیکھو اس زمانہ میں بھی جو کچھ علما لکھ دیتے ہیں حکام و کتت ابلی
 اسلام کے مقدمات میں اس پر عمل کرتے ہیں۔ اتن جاسن رضی اللہ عنہا سے منقول ہے
 کہ سلیمان علیہ السلام کو علم اور مال میں اختیار کیا گیا کہ ملک و مال لویا علم اختیار کر دے آپ نے
 علم اختیار کیا ملک و مال بھی حاصل ہوا۔ اے عزیز علم سے بہتر کوئی چیز نہیں آدم علیہ السلام
 کو علم آسمانی سمجھوئی عطا کیا اور حضرت خضر کو علم لدنی نے اُستادی موسیٰ علیہ السلام اور
 یوسف علیہ السلام کو علم تعبیر نے مصر کی بادشاہ اور سلیمان علیہ السلام کو علم مطلق الطیر نے
 بلقیس کی عزت اور یرم کو علم جیسے علیہ السلام نے تبلیغ قوم سے نجات دی ایک مکتبہ
 علمی نے مور ضعیف کا یہ مرتبہ کیا کہ پروردگار نے اس کا قصہ قرآن میں بیان فرمایا جو شخص علم
 کی قدر و منزلت جانتا ہے۔ سلطنت ہفت کشور اس کے نزدیک کچھ قدر و قیمت نہیں کہتی
 نقل ہے کہ ایک امیر دار بادشاہ کے دربار میں گیا۔ بادشاہ نے کہا تو جاہل ہے۔ ہماری خدمت
 کے لائق نہیں اس نے امام غزالی سے علم حاصل کیا اور اس کی لذت اور دنیا کی آفت اور
 صحبت ملک و امرا کی مضرت سے واقف ہوا ایک روز بادشاہ نے اُسے بلایا اور امتحان
 کے بعد فرمایا اب تو ہماری ملازمت کے لائق ہو گیا جو عہدہ چاہے حاضر ہے اُس نے کہا
 جب میں آپ کے کام کا نہ تھا اور اب آپ میرے کام کے نہیں جب آپ نے مجھے پسند
 نہ کیا اور اب میں آپ کو پسند نہیں کرتا۔ مانع بجز تحصیل مال اور ظاہر ہے کہ ثروت
 فانی اس دولت باقی کے برابر نہیں ہو سکتی۔ مال رہ جاتا ہے اور علم قبر میں ساتھ جاتا
 ہے اور ہر وقت مدد کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ بیشت میں لے جاتا ہے۔ مال خرچ
 کرنے سے گھٹتا ہے اور علم پڑھانے سے بڑھتا ہے مالدار مال کا نگہبان ہے۔ اور

علم عالم کی نگہبانی کرتا ہے علاوہ بریں جو شخص خدا کے واسطے تحصیل مال پر طلب علم کو ترجیح دیتا ہے خدا اسے متابع نہیں رکھتا۔ امام غزالی احیاء العلوم میں روایت کرتے ہیں۔ من نفع فی دین الله عز وجل کفایا الله تعالی ما ھو و رزقہ من حیث لا یحسب جو شخص دین خدا میں دانی حاصل کرتا ہے خدا نے تعالیٰ جہل نہ اس کو اس چیز سے کہ تعلیم کرے کفایت کرتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے کہ نہیں جائز رزق پہنچاتا ہے۔ مانع ششتم خطر مال کہ جب آدمی قلت عمر اور کم فرصت کو خیال کرتا ہے گھبرا کر کہتا ہے کہ علم بھر لے کر رہے اس مقصود سے وقت میں عبور اس سے دشوار ہے اور یہ محض جہالت ہے ہر چند کمال اس دولت کا کسی کو حاصل نہیں ہوتا یہاں تک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے قل سب زدنی علماً مگر کوئی غالب علم محروم بھی نہیں رہتا فقیر علوم و فنیہ کا کسی حد پر موقوف نہیں جس قدر حاصل ہو گا فائدہ بخشے گا باغرض اگر مطلب کو نہ پہنچے گا اور اس طلب میں مرجھانے کا رقیامت کے دن ملے گا کہ وہ میں اٹھے گا۔ یہ فائدہ کیا کم ہے جو مال کا اندیشہ اور غم ہے و شدہ در من قال در راہ تو ہمیرم گر چہ نزارہ میز بارے خلاص یام رنگ زندگانی فقیہ ابوالیث سر قندی فرماتے ہیں کہ جو شخص عالم کی مجلس میں جاوے اس کو سات فائدہ حاصل ہوتے ہیں اگرچہ اس سے استفادہ نہ کرے اول جب تک اس مجلس میں رہتا ہے گناہوں اور فسق و فجور سے بچتا ہے۔ دوم مجلس میں شمار کیا جاتا ہے۔ سوم طلب علم کا ثواب پاتا ہے۔ چہاں ہم اس رحمت میں کہ مجلس علم پر نازل ہوتی ہے شریک ہوتا ہے۔ پنجم جب تک علمی باقی رہتا ہے عبادت میں ہے۔ ششم جب کوئی دقیق بات ان کی اس کی سمجھ میں نہیں آتی دل اس کا ٹوٹ جاتا ہے اور شکستہ دلوں میں بکھا جاتا ہے ہفتم علم و علم کی عزت اور جہل و فسق کی ذلت سے واقف ہو جاتا ہے کہتا ہوں میں جو ثواب کہ عالم کی زیارت اور اس کی مجلس میں حاضر ہونے پر موجود ہے اس سے علاوہ ہے مانع ہفتم نہ انداشت و تفتیش کا مانع ہفتم فکر و محاسن اور مراد اس سے بقدر ضرورت ہے کہ فائدہ زائد ہے اور یہ دونوں بہ نسبت اور موانع کے قوی ہیں کہ جب است و شفقت سے نہ بڑھاوے گا شاگرد کو کیا آویگا اور جس کو رزق نہ ملے گا علم پر کس طرح محنت کریگا

پراگندہ روزی پراگندہ دل

اور بڑی وجہ ان کی قوت کی ہے کہ دفع ان کا طلبہ کے اختیار میں نہیں ہاں روسا کرام اور انجیل اہل اسام اگر ایک دوسرے اور کسی قدر وظیفہ طلبہ کے واسطے مقرر کریں تو طلبہ ان دونوں موانع سے نجات پا کر بظراف خاطر طلب علم میں کوشش کریں اور جس قدر ثواب پڑھانے اور پڑھنے والوں کو کہ حد نہایت نہیں رکھتے ان قدر جگہ اس سے زیادہ ہر سر جاری کرنے والوں خصوصاً اس شخص کو جو اولی کو اس امر فری کی تزییب دے جس میں ہو صحیح حدیث میں آیا ہے الدال علی الخیر کفایا علیہ بطلانی پر دلالت کرنے والا مانند بطلانی کرنے والے کے ہے ہوا اس کے صحاح مستحکم اور کئی حدیثیں بھی اس معنیوں پر دلالت کرتی ہیں جس کا چاہا ہے و پھر اس اور یہ بھی سمجھ لو کہ اجرائی کا اعتبار اوقات و احوال کے مختلف ہوتا ہے اسی واسطے ثواب صحابہ کرام کا جنہوں نے ابتداً اسلام میں ترویج علم اور تائید دلی میں جانثاری اور کوشش کی اور لوگوں کے ثواب سے مراتب زیادہ ہے پس جو لوگ اس زمانہ میں کہ وقت عزت اسلام ہے ترویج علم اور تائید دین میں کوشش کریں گے انکے بادشاہوں اور امیروں سے جنہوں نے اس باب میں سعی کی وہ زیادہ ثواب پادیں گے کہ وہ بہ نسبت ان کے زیادہ قدرت اور ثروت رکھتے تھے اور ان کے وقت میں علم کی روز بروز ترقی تھی بخلاف اس زمانہ کے کہ خلق محبت دنیا میں مشغول اور جہت ان کی طلب میں مصروف ہے اور علم دین کم ہوتا جاتا ہے نہ کوئی پڑھتا ہے نہ پڑھاتا ہے اگر یہی صورت رہی تو چند عرصہ میں علم کا نشان ان ملکوں میں باقی نہ رہے گا اور جب علم نہ رہے گا دین بھی نہ رہے گا عوام فریغ و واجبات اور کام صوم و صلاۃ کس سے دریافت کریں گے۔ اور شیطان کے دوسوں اور اس کے اغراضوں کے جواب کس سے پوچھیں گے آخر کار گمراہ ہو جاویں گے اور جو لوگ تقیہ دین پر ثابت رہیں گے نام کے مسلمان نہ جاویں گے۔ امام غزالی السنۃ بغوی سعید بن جبیر سے نقل کرتے ہیں کہ ہلاک خلق کی علامت موت علم کی ہے یعنی جب علماء جاویں گے لوگ ہلاک ہو جاویں گے اور عطار خراسانی قولہ تعالیٰ متافی الاثر اھن یفقدھا من اظھر اھن کا تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نقصان زمین سے علماء اور فقہاء کی موت ملا ہے کہ جب علماء نہ رہیں گے خلق بیلوں اور گدھوں کے مانند عقل سے بے بہار

اور شتر ہے بہار کی طرح ہے باک اور بے قید ہو جائیں گے اس وقت تمام نظام عالم درہم و
برہم ہو جائے گا اور قتل و غارت اور باد و طاعون کی کثرت ہوگی پس زمین چار طرف سے
دیران اور خلق روز بروز کم ہوگی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور ظاہر ہے کہ
مقصود یہاں آتش عالم سے معرفت و عبادت ہے اور جب عالم نہ رہیں گے عبادت کون
کرے گا اور جب عالم ان دونوں سے خالی ہو جائے گا اور مفقود و پریشان نہ رہے گا۔
نکلتا اور مٹانے کے قابل ٹھہرے گا اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ جس طرح دین کا باقی رہنا ہے علم
و شواہد ہے اسی طرح بقائے عالم بھی ہے اس کے بیکار پس اس دولت کو کھونا دونوں عالم
کی زندگی سے اٹھ دھونا ہے۔ اے مسلمانوں خدا کے واسطے خراب غفلت سے بیدار ہو
اور علم دین کہ آموہ سحر و خیرت ہے کہ وہ کو دنیا کے جھگڑوں میں شغول و روز مشغول رہتے
ہو کسی وقت تو اصرار بھی تو چھوڑ دو ہزاروں روپیہ آسائش فانی کے واسطے صرف کرتے ہو
کچھ تو راحت جاودانی کے لئے خرچ کر دو کہ دلوں تمہارے کام آئے اور یہاں تم کو ہر بلا سے
بچا دے ایک عرصہ کے بعد سلامت آٹھاؤ گے ہر چند کوشش کرو گے اس دولت کو
زیر پاؤ گے بعض صاحب اسباب بھی سنیں کہ تم غر پریش کرتے ہیں اول کہتے ہیں کہ ہم نادار
اور قرضدار ہیں سو اگر یہ بیان غلط ہے جب تو بڑا ہی غضب ہے بالفرض اگر خلق نے بچ
جانا خدا کے نزدیک تو جو شے ٹھہری گئی اور جو بچ ہے تو دنیا کے کاموں میں ہزاروں روپیہ
بے فائدہ اٹھانا اور خدا کے کام میں مال سوچنا نری ناشکری ہے اگر قرض ہے ڈرتے سامان
امانت اور تکلف ریاست دور کرتے۔ دوم کہتے ہیں کہ ہم اپنی توفیق کے موافق دوسرے
امر خیر میں صرف کرتے ہیں سو اگر ہو سکے اسی میں بھی صرف کریں نہیں تو دونوں کاموں کو
میزان عقل سے تولیں جس میں زیادہ ثواب دیکھیں اختیار کریں سوم کہتے ہیں یہ کام کچھ فرض
نہیں جس کو خدا توفیق دے کہے ہم سے تو فرض بھی ادا نہیں ہو سکتے سو یہ کیا ضرور ہے
جو روزہ مذہ کے نماز بجا نہ پڑھے۔ فرض بھی ادا کریں اور علم فرض کی ترویج میں بھی مشغول
رہیں اگر زیادہ نہ ہو سکے بقدر زکوٰۃ ہی کے دیں کہ زکوٰۃ خدا کا فرض اور ان پر فرض ہے
اگر یہاں نہ دیں گے قیامت کے دن سخت مصیبت میں پڑیں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالنَّعْثَةَ لَا يُغْنَوْنَهَا فِي سُبُلِ
اللَّهِ يَبَشِّرُهُمْ رَبُّكَ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ كَذُومٌ يُخْشَىٰ عَلَيْهِمْ فِي نَارِ جَهَنَّمَ
فَتَكُونُ بِهِمْ أَجْنَابًا هُمْ وَجُنُودُهُمْ ظُلُمٌ أَسْوَدٌ

جو لوگ جمع کرتے ہیں سونا اور چاندی اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں
کرتے ان کو بشارت دے ساتھ ذکر دینے والی مار کے گرم کیا جائے گا
وہ سونا چاندی و وزخ کی آگ میں پھر داغی جائیگی اس سے ان کی پیشانی
اور گردنیں اور پیٹھیں۔

هَٰذَا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ لَا تُغْنِيكُمْ عَنْهُ قُلُوبُكُمْ أَنْ تَكُنْتُمْ تَكْنِزُونَ
یعنی پھر ان سے کہا ہمارے گایہ وہ ہے جو تم نے جمع کیا اپنی جالوں کے لیے پس
چلکو جو تم جمع کرتے تھے۔

اوریہ بھی سمجھ لو کہ غن طالب علم کو زکوٰۃ لینا جائز ہے اگر طلب علم میں کسب کی
فرصت نہ رکھتا ہو ورنہ میں نکھا ہے

وَيَمْطِئُ النَّعْلَ يَتَقَوَّىٰ مَانِيبَ لِمَوَاقِعَاتٍ مِنْ أَنْ تَطْلُبَ الْعِلْمَ
يَجُوزُ لَهُ اخْتِارُ الزَّكَاةِ وَلَوْ غَنِيًا إِذَا فَرَغَ نَفْسَهُ لَا فَاذَةَ الْعِلْمِ
وَالِاسْتِفَادَةِ بَعِيْزَةً عَنِ الْعَسْبِ وَالْحَاجَةِ دَاعِيَةً إِلَى
مَا لَا يَنْبَغِي مِنْهُ هَكَذَا ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ

اور جو اہل زکوٰۃ احتیاط بہتر مدرسہ سے کہہ دیں کہ ہمارا روپیہ محتاج طلبہ کو دیا کرو
بہتر ہے۔

هَٰذَا إِذَ اللَّهُ أَغْلَسَ بِالنَّصَوَابِ وَالْيَسْرِ الْمَرْجِعُ وَالْمَنَابِ

أَفْهَمَ الْعَبْدَ الْمُنْتَظَرِ إِلَى اللَّهِ الْغَوْثِ مُنْقِي عَلَى الْبَرِّ لِيُؤْتِيَ عَفْوَهُ

سُنّی مسلمانوں کے دین و دنیا کا بھلا لازوال دولت اور بہت آسان

صَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَالْأَبِيِّ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

بعد نماز جمعہ جمع کے ساتھ مہینہ طیبہ کی طرف مونہہ کر کے دست بستہ کھڑے ہو کر سو بار پڑھیں جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو جمعہ کے دن نماز صبح خواہ ظہر یا عصر کے بعد پڑھیں جو کہیں اکیلا ہو تنہا ہی پڑھے یوں ہی عمر میں اپنے اپنے گھروں میں پڑھیں۔

اس کے فائدے جو صبح و معتبر حدیثوں سے ثابت ہیں

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھے گا جو ان کی عظمت تمام جہان سے زیادہ دل میں رکھے گا جو ان کی شان گمانے والوں ان کے ذکر پاک شانے والوں سے دور رہیگا دل سے بیزار ہوگا ایسا جو کوئی مسلمان اسے پڑھے گا اس کے لئے بیشمار فائدے ہیں جن میں سے بعض لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ اس کے پڑھنے والے پر اللہ عزوجل اپنی تین ہزار رحمتیں اتارے گا۔

۲۔ اس پر دو ہزار بار اپنا سلام بھیجے گا۔

۳۔ پانچ ہزار نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھے گا۔

۴۔ اس کے پانچ ہزار گناہ معاف فرمائے گا۔

۵۔ اس کے پانچ ہزار درجے بلند فرمائے گا۔

۶۔ اس کے ماتھے پر کچھ دے گا کہ یہ منافق نہیں۔

۷۔ اس کے ماتھے پر تحریر فرما دے گا کہ یہ دوزخ سے آزاد ہے۔

۸۔ اسے قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ رکھے گا۔

۹۔ پانچ ہزار بار فرشتے اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ یا رسول اللہ فلاں بن فلاں حضور پر درود و

سلام عرض کرتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر تہیہ کے درود و سلام پڑھائیں گے فلاں بن فلاں پر میری عزت سے سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

۱۰۔ جتنی دیر اس میں مشغول رہے گا اللہ کے محسوم فرشتے اس پر درود بھیجتے رہیں گے

۱۱۔ اللہ تعالیٰ اس کی تین سو حاجتیں پوری فرمائے گا و سو دس حاجتیں آخرت کی اور نوے حاجتیں دنیا کی

۱۲۔ اس کے مال میں ترقی دے گا ۱۳۔ اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد میں برکت رکھیگا۔

۱۴۔ دشمنوں پر غلبہ دے گا ۱۵۔ دلوں میں اس کی محبت رکھیگا

۱۶۔ کسی دن خواب میں زیارت اقدس سے مشرف ہوگا۔

۱۷۔ ایمان پر خاتمہ ہوگا ۱۸۔ اس کا دل منور ہوگا

۱۹۔ قبر و حشر کے چولوں سے پناہ میں رہیگا۔

۲۰۔ قیامت کے دن عرض الہی کے سایہ میں ہوگا جس دن اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا

۲۱۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت اس کے لئے واجب ہوگی۔

۲۲۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے دن اس کے گواہ ہوں گے۔

۲۳۔ میزان میں اس کی نیکیوں کا پلہ بھری ہوگا۔

۲۴۔ قیامت کے دن پیاس سے محفوظ رہیگا ۲۵۔ حوض کوثر پر حاضری نصیب ہوگی۔

۲۶۔ صراط پر آسانی سے گزرے گا ۲۷۔ قبر و حشر میں اس کے لئے نور ہوگا

۲۸۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نزدیک ہوگا

۲۹۔ قیامت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے مصافحہ فرمائیں گے۔

۳۰۔ اللہ عزوجل اس سے ایسا راضی ہوگا کہ کبھی ناراض نہ ہوگا۔

اللھم ارزقناہ بجاہ حبیبک والہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ

وعلیہم وبارک وسلم ابد الامین

۳۱۔ زمین سے آسمان تک فرشتے ان کے گرد جمع ہو کر سونے کے قلموں سے چاندی کے درقوں پر ان کا درود لکھیں گے۔

۳۲۔ ان سے کہیں گے ان نوکر کو واسطہ تم پر راحت کرے زیادہ کہ واسطہ تمہیں زیادہ دے
۳۳۔ جب یہی صبح درود شروع کرے گا آسمان کے دروازے اُن کے لئے کھول دیئے
جائیں گے۔

۳۴۔ ان کی دعا قبول ہوگی
۳۵۔ حور اب عین انہیں نگاہ شوق سے دیکھیں گی۔
۳۶۔ اللہ عزوجل ان کی طرف متوجہ رہے گا یہاں تک کہ یہ متفرق ہو جائیں اور باتیں کرنے لگیں۔

۳۷۔ رحمت الہی انہیں ڈھانچے گی ۳۸۔ سکینہ ان پر اترے گی

۳۹۔ اللہ عزوجل عالم بالا میں ان کا ذکر فرمائے گا۔

ہم۔ سارا مجمع بخشد یا جائے گا ان کی برکت ان کے ہم نشین کو بھی پہنچے گی وہ بھی برکت
نہ رہے گا۔ علی ذلک علی فضل اللہ واللہ ذو العزیز العظیم۔

فقیہ احمد رضا قادری نے اپنے سنی بھائیوں کو اس مبارک صیغہ کی اجازت دی جبکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدگویوں و لایمہ و غیر ہم سے دور رہیں اور اسے پڑھ کر اس گنہگار کے لئے عفو و عاقبت دین و دنیا و آخرت و حصول مرادات حسنہ کی دعا فرمایا کریں۔ یقین رکھیں کہ یہ فقیر حقیر ان سب کے لئے دعا کرتا ہے جو ایسا کریں اللہ تعالیٰ توفیق دے اور قبول فرمائے۔ آمین

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

از بهر طریقی - جمادی الاول ۱۳۳۲ هجری قمریه تقدیریه علی صاحبها و آله افضل الصلوة و التحیة
آمین

زندہ جاوید خوشبوئیں اربابِ قلم کی نظر میں

عظیمہ سید ریاضت حسین شاہ صاحبہ فرماتے ہیں :

میں نے اس وقت اللہ عزوجل سے دعا کی کہ ایک خوبصورت اور ذرا تیز رفتاری والا لکھنا شروع ہو جائے۔ جس سے کہ
زبان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کچھ خط اور جمال الدین محمد بن مکیروا صنفی کے ذریعے کا
آؤں گا فرقہ اگر سے تو صرف اس کا کہ غریب و فقراء اور درویشوں کے محبت میں پہنچے والا شمس
ہونے کے باعث اپنے تعلق میں کوئی فضلہ چیز شامل نہیں ہونے دیتا اور وہ اپنے زبان سے
کہ جیاد اسلام شریعہ کے دائرے میں رکھتا ہے۔ اس کے تلم کے لوگوں کے مزہ وہ دانت
پکے ہیں جس کا تعلق اسلام اور مدعا تہذیب سے ہوتا ہے۔ وہ بلاغہ کوئی کوئی نفع
نہیں کرتا بلکہ خود کے کوئی فرقہ مسلم کے پیچھے نہیں جھکا بلکہ مسلم اس کے پیچھے دوڑتا ہے۔

اور فرم کہ دہڑ ایک سے زائد کہ فرم ہوئے ہے اور وہ عبت پہلو ٹھکانہ ٹھکانہ
تختہ صالح فرمور کہ فکر ایک مصلح کے لئے . وہ جانتے کہ غریبوں کے جائزہ
جوتے ہیں کہ اس کے علاوہ اس کے ہے تا جہ فرمور اور اس کے خبرات مائتہ خبر
کا مرکز و جوارف سے ہے عید وہ انبیہ انہو . اور سحر بیدار کرنا چاہتے ہیں اور اس کے فرمور
ہے کہ انبیہ مائتہ خبر بیدار ہو جائے . (مکرر کتاب کے مقدمہ سے اقتباس)

روزنامہ نوائے وقت لاہور

سائنس اور دینی عقائد کے خلاف اٹھنے جہاں انسانیت کو بشارت دے رہا ہے وہاں دین
اکہ کو کہہ رہا ہے انتہا فراموشی نے بھی جنم دیا ہے جسے بڑے خرابہ نامہ پرست اور دین
براز کے شک کے ساتھ آئے ہیں۔ یہ مسلمان قوم بالخصوص جو افسوسناک
دستور کے زیرِ کار ہے اور جو غلامی کے دولہے کے ہاتھوں کے ہاتھوں کے
تلافی پر تڑپ رہی ہے۔ اس علاقے میں یہ سب سے بڑا وہ دین جو اپنے اس دور کے
نقوے چلاتے اور علاج و انصاف پر مبنی کارناموں کے انوار میں تیرتے ہوئے ہیں ان کے
میں جہاں علم و سائنس اور سائنس کے سلسلہ کو پیش کرتے ہیں۔

پیشہ نظر کتابچہ منقحات الخلود (اردو ترجمہ زندۂ جاوید خوشنویس) اس سلسلے کے گزشتہ

میں دشت کے ظہیم کے اور شیخ جلال صالح فرخو سے ترتیب دیا۔ . صحابہ کرام کے مجاہدانہ صفحہ
سید علیہ السلام کا عہدہ و انصاف۔ اکابر علیہ السلام کے حق کو دے باک۔ اور اسطر کے دیگر
جسم موصوفہ کے مختلف واقعات سے بھر پور کتاب ہے۔ اور یہ کتاب کا حریف نوز صحت کے ساتھ
ماقہ مسلحہ آتھہ کیے ایک سو کیا ہے۔

میرزا کا عہدہ رسید رہنمہ صیف شاہ صاحب کے مسودہ اور علم وادب کے ظہیم رفیع نقشبے نے
کتاب کے تصنیف کو دوبالا کر دیا ہے۔

روزنامہ پاکستان (۲۴ دسمبر ۱۹۷۳ء)

اس کتاب کے کتابے میرزا کے کپڑے لگے جابقیہ عہدہ کاغذ بزرگ۔ جامعہ کامیاب رہا اسٹوڈ
میں لکھے دیے۔ یہ اور گنبد خضر اور کیا غمانہ بزرگ سے ترتیب سے جو سولہ۔ کالج۔ یونیورسٹی
میں ادا ہے اور صاحبہ نے لکھا کہ لائبریری کے ممبروں سے ہے۔ کتب و لکھنے کے کما جاسکتا ہے کہ
اگر حماری نوجوانی سے اس کتاب کے ایک بار پڑھ لے تو نگہ سے انقلاب برپا ہو جائے۔

ماہنامہ ضیئے الحرم (مئی ۱۹۷۳ء)

زینت قرآن علامہ سید سید سید فرید کے عربی تصنیف۔ سے لکھا ہے "تخلو" کا ترجمہ ہے۔
علامہ موصوفہ پیش کے بہت بڑے عالم دین۔ دینی اور دینی خلائی شیخ عزیمت تھے۔ مگر حیلے و اصلاح کا نظریہ
انتہائی جانشانی اور شہر کے انجام دیتے رہے۔

دعوت کی سرکس کا کامیاب کرنا چاہیے تاکہ وہ اپنی گفتگو میں ان واقعات اور نکات سے نازدہ لکھیں۔ سکول و کالج
کے طلبہ کو بہت پروردگار پڑانی چاہیے تاکہ ہستیا ہی سے ان کے اذان پریشانی پسندی شخصیات سے محبت پیدا ہو
اور اسلامی گرامر اور نفع نمونہ ان کے سامنے رہے۔

ماہنامہ نو کجیب بصیرت (فروری ۱۹۷۳ء)

شام کے ایک صاحب علم و فکر شگ سیر کو صالح فرور۔ معاشرے میں لکھا ہے "تخلو" کی کتاب کو ریزہ میں خلاف کے وہ ماہر
واقعات بڑے حسین پرکے میں جیسے کہ ہے ان کی حرارت اور حشون کو جلا دھڑکتی ہے۔ زندہ جادوئی مشوریں
ہی شہ نازدہ لکھ دوان دوان ترجمہ ہے۔ مگر عالم دین علامہ سید سید شرف مادی نے انعامہ ترجہ کیا ہے کہ اس پر
میں لکھان پر تھے۔ آج کے سب بگڑے ہوئے شہ کی اصلاح کیے ایسی کتاب جس میں قابل تعاب کوئی چاہیے۔

یہ کتاب صرف طلباء و شعرا کیلئے ہی مصلح نہیں بلکہ اس قابل ہے کہ ہر گھر کی زینت بنے۔

زندہ جاوید تو بنویں

اور ذرا تجربہ
”من نجات الخلود“

طلبہ و طالبات
اور خطباء کیلئے
یکساں مفید

- غفلتوں کے پھار اور محشر کی رسالت کے بسکے جوئے پھول
- مہلک بات کے جگمگات واقعات
- مشامِ عالمی ایمان منظرِ کنیزِ الٰہی و ہستیائیں

- تحریر: علامہ سید محمد صدیق فرغوراشی
- ترجمہ: محمد علیہ گلگوشہر قناری نقشبندی
- تھوڑا سا تفہیم: علامہ سید یونس سرشار
- شائع ہو گیا: ممتاز دارالکتاب مدینہ

منہ کا پتا

اندرونِ لوہار کے

مکتبہ قدوسیہ جامعہ نظامیہ رضویہ عمیت، لاہور ۱۹